تعمیر حیات

پندرہ روزہ

بعض لوگوں کو اگر شرعی امر کے لئے کہا جائے تو بہت دبی زبان سے کہتے ہیں کہ "سنت ہے"۔ یعنی کوئی ضروری اور اہم چیز نہیں، میں کہتا ہوں کہ یہ فعل تو سنت ہے مگر یہ لہجہ کفر ہے، زور سے عظمت کے ساتھ کیوں نہیں کہتے کہ سنت ہے۔ گناہ اور سرکشی میں کیا فرق ہے؟ ایک کیوں آسانی سے معاف کردیا جاتا ہے اور دوسرا غضب اور عتاب کا موجب ہوتا ہے؟ اس لئے کہ پہلے میں قصداً مخالفت نہیں ہوتی، دوسرے میں مخالفت اور جرأت ہوتی ہے۔ آپ کوئی بہت پرانا نوٹ جسکے کئی ٹکڑے ہوگئے ہوں صرف نمبر پڑھے جاتے ہوں، بینک کی کھڑکی پر لے جایئے، آپ کو اس کے بدلے میں نیا نوٹ دیدیا جائے گا۔ لیکن اگر آپ نوٹ بینک سے لے لیں اور اس کو بینک کے افسر یا کلرک کے سامنے پھاڑ دیں تو چاہے اس کے دو ٹکڑے ہوئے ہوں آپ سزا اور عتاب کے مستحق ہوں گے، سرکاری توہین سمجھی جائے گی، اس لئے کہ پہلے میں ارادہ اور مخالفت کا دخل نہ تھا اور یہ محض سرکشی اور جرأت ہے۔ اسی لئے قرآن میں آیا ہے

﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُم بِهِ وَلَٰكِن مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ﴾

حضرت شاہ محمد یعقوب صاحب مجددی

Rs. 7

۲۵ مئی ۲۰۰۶ء

Postal Regd. No. LW/NP/632006to2008
R.N.I. No. UP. Urd/2001/6071
10 May 2006
Vol.: No. 5 Issue No. 09

Fortnightly
Tameer-e-Hayat
Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-07

آفس : 0522-2740406
فیکس : 0522-2741221

Mobile: 09415786548

Shop : 0522-2274606
Res: 0522-2254796

Mohd. Akram JEWELLERS

محمد اکرم جویلرس

Near Odeon Cinema, Lucknow

Ph.: 2266786
Mobile : 9415015169

Riyaz Ahmad
Ghyas Ahmad

Sana Jewellers

ثناء جویلرس

۳۰۱/۱۲ سرائے بانس، اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ-۳

301/12, Saral Bans, Akbari Gate, Chowk, Lucknow-3

جدید ڈیزائن سونے، چاندی کے زیورات کے لئے ہمارے شوروم

گہنہ پیلیس

میں آپ کا خیر مقدم ہے

Gehna Palace

Whenever you see Jewellary Think of us

حاجی عبدالرؤف خان، حاجی محمد نعیم، محمد فاروق خاں (چاند)

اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ فون نمبر: ۲۲۶۰۴۳۳

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ

خوشبودار عطریات

روغنیات، عرقیات، کولر پرفیوم، کار پرفیوم، روم فریشنر، فلور پرفیوم، روح گلاب، روح کیوڑہ، عرق گلاب، عرق کیوڑہ، اگربتی، ہربل پروڈکٹ

کی ایک قابل اعتماد دوکان

ایک مرتبہ تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں

تیار کردہ

اظہار سنز پرفیومرس

اکبری گیٹ، چوک، لکھنؤ برانچ: C-5، جنپتھ مارکٹ، حضرت گنج لکھنؤ

IZHARSON PERFUMERS
H.O.: Akbari Gate, Chowk, Lucknow
Tel: 0522-2255257 Mob:+919415009102
Branch: C-5, Janpath Market, Hazrat Ganj
Lucknow 226001 U.P. Inian Cell: +91-94157849
E-mail: izharsonperfumers yahoo.com

Ph.: Res.: 2226177
Akbari Gate
Ph.: 0522-2268845

Shop : 9415002512
2613798
3999275

HAJI SAFIULLAH JEWELLERS

حاجی صفی اللہ جویلرس

ہمارا نیا شوروم : گڑبڑ جھالہ کے سامنے، امین آباد لکھنؤ

Opp. Gadbad Jhala, Aminabad, Lucknow-18

Editor : Shamsul Haq Nadwi Office. Ph.: 2740406 Printed & Published by Athar Husain
On behalf of Majlis-e-Sahafat-wa-Nashriyat at Azad Printing Press Mahboob Building Nazirabad, Lko. Ph.: 0522-2614685
Designed by Saif & Saifi #9415029180

بُتانِ نو

مغربی انسان نے ایک خدا کا دامن چھوڑ کر دوسرے سیکڑوں خداؤں کا دامن پکڑ لیا ہے۔ ایک حقیقی آستانہ سے سر اٹھا کر وہ تمام آستانوں سے بے نیاز ہوسکتا تھا۔ مگر ہر سنگِ آستانہ پر وہ اپنی پیشانی رگڑ رہا ہے۔ ایک خدا کو چھوڑ دینے کی سزا خدا کی طرف سے یہی ملی ہے۔ یہ "ارباب" بڑی تعداد میں مغرب پر مسلط ہیں اور ساری مغربی دنیا ان کے پنجۂ غضب میں گرفتار ہے۔ یہ کہیں سیاسی سردار ہیں، کہیں اقتصادی دیوتا، کہیں اپنے تراشے ہوئے معیارِ زندگی .... ان بتانِ نو میں خاکِ وطن کا بھی ایک بڑا بت ہے جو ہمیشہ خون کا نذرانہ اور انسانی جانوں کی بھینٹ چاہتا رہتا ہے۔ انھیں میں ایک بڑا بت پیٹ ہے جس کی بندگی میں بیسویں صدی کا انسان رات دن لگا رہتا ہے لیکن پھر بھی وہ اس سے راضی نہیں۔

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعمیر حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ — اشاعت کا ۴۳واں سال

جلد نمبر ۴۳ | ۲۵ رمئی ۲۰۰۶ء مطابق ۲۶ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ | شمارہ نمبر ۱۴

زیر سرپرستی:
حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)
پروفیسر وصی احمد صدیقی
(معتمد مال، ندوۃ العلماء)

زیر نگرانی
مولانا محمد حمزہ حسنی ندوی (ناظر عام ندوۃ العلماء)

مجلس ادارت

مدیر عام: شمس الحق ندوی
مدیر مسؤل: نذر الحفیظ ندوی

نائب مدیر: محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت
☆ عبداللہ حسنی ندوی ☆ محمد خالد ندوی غازی پوری
☆ امین الدین شجاع الدین

زرِ تعاون
سالانہ ۱۵۰/- فی شمارہ ۷/-
ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک ۳۵/ ڈالر
ڈرافٹ مینیجر تعمیر حیات لکھنؤ کے نام سے بنائیں

ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ
Tameer-e-Hayaat
Post Box No.93, Tagore Marg, Badshah Bagh Lucknow-226007
فون (دفتر) (0522) 2740406

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

ڈرافٹ مینیجر تعمیر حیات کے نام بنائیں اور دفتر تعمیر حیات ندوۃ العلماء لکھنؤ کے پتہ پر روانہ کریں، چیک سے بھیجی جانے والی رقم قابل قبول نہ ہوگی۔ اس میں ادارہ کا نقصان ہوتا ہے۔ براہ کرم اس کا خیال رکھیں۔

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے آزاد پرنٹنگ پریس، نظیر آباد، لکھنؤ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت و نشریات ٹیگور مارگ، بادشاہ باغ لکھنؤ سے شائع کیا۔

اس شمارے میں

شعروادب
غضب ہے ہم کو اب حاصل نہیں..... — حضرت مولانا محمد احمد صاحبؒ — ۲

اداریہ
ہندوستانی مسلمانوں کے لیے..... — حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی — ۳

تاریخ کا ایک ورق
ڈنمارک میں اہانت رسول — ڈاکٹر سید رضوان علی ندوی — ۵

محاسن اسلام
امن عالم تو فقط دامن اسلام میں ہے — مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی ندوی — ۸

شعور و آگہی
سیرت نبوی ﷺ کو مغربی زبانوں میں... — سید محمد واضح رشید حسنی ندوی — ۱۱

ایک مطالعہ
خانوادۂ علم اللہی — پروفیسر وصی احمد صدیقی — ۱۳

حدیث دل
زندگی کا اصل سرمایہ — مولانا عبداللہ حسنی ندوی — ۱۷

تہذیب مغرب
امریکی جمہوریت کے بڑھتے سائے — مائیکل مین — ۱۹

خبرونظر
عالم اسلام کی خبریں — ادارہ — ۲۲

فقہ وفتاوی
فقہی مسائل — مفتی محمد طارق ندوی — ۲۳

وفیات
مولانا مجیب اللہ ندویؒ... — منور سلطان ندوی — ۲۵

تجزیہ
ہے نزع کی حالت میں یہ تہذیب..... — سلمان نسیم ندوی — ۲۸

رپورٹ
صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ — محمد ثاقب قاسمی ندوی — ۳۱
حضرت مولانا مجیب اللہ ندوی کی وفات — ادارہ — ۳۳

[illegible] — منیجر تعمیر حیات

شعر و ادب

"غضب ہے ہم کو اب حاصل نہیں ہے لطف روحانی"

از .... حضرت مولانا محمد احمد صاحب پھولپوریؒ

غضب ہے ہم کو اب حاصل نہیں ہے لطف روحانی
بھلا دی آہ! دل سے ہم نے تعلیمات قرآنی

وہ قرآں آخری پیغام ہے جو رب عزت کا
مبارک ہو مبارک ، قدر اس کی جس نے پہچانی

وہ قرآں جو سراپا نور ہے، رحمت ہے ، برکت ہے
پلاتا ہے جو اپنے عاشقوں کو جام عرفانی

وہ قرآں جو غذا بھی ہے ، دوا بھی ہے، شفا بھی ہے
وہ قرآں جس سے طے ہوتے ہیں سب درجات روحانی

وہ قرآں جس نے کفر وشرک کی جڑ کاٹ کر رکھ دی
مئے توحید کی جس سے ہوئی دنیا میں ارزانی

وہ قرآں آج بھی موجود ہے لیکن مسلمانو!
نہیں باقی رہا کیوں آہ، تم سے ربط پنہانی

خزانہ گھر میں ہے موجود، پھر بھی آہ مفلس ہیں
بھٹکتے پھر رہے ہیں چار سو اے وائے نادانی

پڑھو قرآں سمجھ کر، اورعمل دل سے کرو اس پر
فنا ہو حق کی مرضی میں، بنو محبوب سبحانی

ہوئی ہے صبح صادق سے گریزاں رات کی ظلمت
جہاں خورشید کی کرنوں سے ہوجائے گا نورانی

☆☆☆☆☆

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہندوستانی مسلمانوں کے لئے فکر وتشویش کی اصل بات

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

الحمد لله رب العالمين ، و الصلاة و السلام على خاتم النبيين سيدنا محمد بن عبد الله الأمين ، و على آله و صحبه أجمعين ، و من تبعهم بإحسان و دعا بدعوتهم إلى يوم الدين ، أما بعد :

تعلیم انسان کی وہ اہم ضرورت ہے جس پر ہر نئی نسل کے مستقبل کو بہتر معیار کے مطابق بنانے کا دارومدار ہوتا ہے، جو قومیں اور افراد اس کی اہمیت کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے یا اس کی فکر نہیں کرتے، وہ دوسروں کے مقابلہ میں پیچھے رہ جاتے ہیں۔ پھر مزید یہ بات بھی ہے کہ کسی بھی جماعت یا افراد کا انسانی کردار اور اس کی ذہنی اور عقلی خصوصیات کو اپنی پسند اور اپنے انداز وسیرت کے لحاظ سے ڈھالنے میں بھی تعلیم ہی کامیاب ذریعہ بنتی ہے، چنانچہ تعلیم کے نظام ونصاب کا جو انداز اور جو خصوصیات مقرر کی جاتی ہیں تعلیم انہی کے مطابق اپنا فریضہ انجام دیتی اور فائدہ پہنچاتی ہے۔

اور انسان جیسی اعلیٰ مخلوق کے لئے اللہ تعالیٰ نے سب سے بہتر خصوصیات اور اعلیٰ کردار کے لئے اسلامی اصول مقرر کیے ہیں، تعلیم جب ان اصولوں کے ساتھ دی جاتی ہے تو نئی نسل کے افراد اپنی آئندہ کی زندگی میں اعلیٰ کردار کے حامل اور بلند ہمت اور سارے انسانوں کا درد رکھنے والے انسان بنتے ہیں، دنیا کی زندگی کو بھی کامیاب اور بلند مقاصد کی زندگی بناتے ہیں، اور اس دنیا سے جانے کے بعد کی زندگی کے لئے بھی ضروری زادراہ اچھے اعمال کی صورت میں لیجاتے ہیں، ان کو اسلام نے اس کی تعلیم بھی دی ہے اور اس کی اہمیت بھی بتائی ہے۔

اسلام چونکہ دین فطرت ہے جو انسان کے فطری تقاضوں کو سمجھتا اور ان کی رعایت کرتا ہے، اور دنیا کی زندگی کی ضرورتوں کو نہ صرف یہ کہ تسلیم کرتا ہے بلکہ ان کے لئے فکر کرنے کی پوری اجازت دیتا ہے، اور ہم کو قرآن مجید میں یہ جو دعا بتائی گئی ہے، اس سے بھی اس بات کا ثبوت ملتا ہے، فرمایا گیا: ﴿رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ (سورہ بقرہ: ۲۰۱) فرمایا: اے ہمارے رب! ہم کو اس دنیا کے معاملے میں بھی خوبی اور بہتری عطا فرما اور اس دنیا کے بعد آخرت میں بھی خوبی اور بہتری عطا فرما، اور ہم کو آگ کے عذاب سے بچا۔

لہٰذا ہر اس انسان کو جو اسلام کو مانتا ہو اور خدائے واحد پر ایمان رکھتا ہو، اور اس کے نبی حضرت محمد مصطفیٰ (ﷺ) کو آخری نبی مانتا ہو، اللہ کی اتاری ہوئی کتاب قرآن مجید پر یقین رکھتا ہو، اور آخرت کی زندگی سے واسطہ پڑنے کو جانتا اور مانتا ہو، اس کو دنیا وآخرت دونوں میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے اسلام کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل کرنا ضروری ہے، اس کے بغیر اس کو کامیابی وسرخ روئی حاصل کرنے میں کامیابی نہیں مل سکتی۔ اور انسانی تاریخ میں جب جب خدائے واحد اور اس کے نبی کی تعلیمات کو اپنایا گیا، اپنانے والوں کو دین ودنیا دونوں کی کامیابی حاصل ہوئی، خاص طور پر جب سے ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ (ﷺ) کی لائی ہوئی تعلیمات پر عمل کرنے کا دور شروع ہوا ان کے ماننے والوں نے دنیائے انسانیت میں انقلاب برپا کردیا، اور ان کے اثر سے مسلمانوں کے معاشروں میں ایسے ایسے کارنامے سامنے آئے کہ جن کو دیکھ کر انسانیت کے اعلیٰ اور بہتر کردار سے انسان کی اعلیٰ اقدار اور اعلیٰ خصوصیات کے اعلیٰ نمونے وجود میں آئے، جس کی نقل اور پیروی کرکے غیر اقوام نے بھی ترقی کی، لیکن ان کی توجہ صرف دنیا تک رہی، لہٰذا انھوں نے صرف دنیاوی ترقی کی، اور مسلمانوں سے جب جب اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی تعلیمات پر عمل کرنے کی کوتاہی ہوئی تو مسلمانوں کے حالات کی خرابی کے نمونے سامنے آئے۔

اسلامی تعلیمات نے دنیا اور دین دونوں کو درست طریقے سے اپنانے کی تعلیم دی ہے، اور مسلمانوں نے اپنے عروج کے زمانے میں دونوں پہلوؤں کی طرف توجہ کرکے دونوں پہلوؤں میں اعلیٰ نمونے پیش کیے، لیکن غیر قوموں نے اسلامی تعلیمات کے صرف دنیاوی پہلو کی نقل تک اپنے کو محدود رکھا، لہٰذا ان کے یہاں دنیاوی ترقی تو بہت ہوئی، لیکن اخلاق ودین کے معاملے میں خلاء بلکہ بگاڑ پیدا ہوا، لہٰذا ہم کو اپنی ترقی اور بہتری کے لیے دنیا ودین دونوں پہلوؤں کو سامنے رکھنا ہے، اور اس کے لیے نظم کرنا ہے۔

دنیا کے جن ملکوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہونے کی بنا پر ان کو ملک کے چلانے اور اپنی مرضی کے مطابق زندگی کے راستے طے کرنے کا اختیار ان کی حکومتوں کے ہاتھوں میں ہو تو تعلیم اور دیگر معاملات میں تدبیر وانتظام کرنا بھی ان کی حکومتوں کے اختیار میں ہوتا ہے، وہاں مسلمان عوام پر اس سلسلہ کی بڑی ذمہ داری نہیں عائد ہوتی، لیکن جہاں مسلمان اقلیت میں ہوں وہاں اپنی اسلامی خصوصیات کو پیدا کرنے اور ان کی حفاظت کرنے کی ذمہ داری خود مسلمان عوام پر ہوتی ہے، اور یہ عوام اپنے سمجھدار اور دانشور طبقہ کے ذریعہ سے اس ذمہ داری کو پورا کرتے ہیں یا یہ کہ ان کو ایسا کرنا چاہئے۔ اس سلسلہ میں کوتاہی کرنے سے وہ اپنے صحیح راستہ پر قائم نہیں رہ سکتے، اور مطلوبہ ترقی اور بہتری حاصل نہیں کرسکتے، اور اگر ان کی اس سلسلہ میں غفلت سے ان کی زندگی کا راستہ بدل جائے تو ان کا مسلمان ہونا اور نہ ہونا برابر ہوجائے گا۔ دنیا میں متعدد ایسے ملک ہیں جہاں مسلمانوں نے اس سلسلہ میں بے توجہی کی، چنانچہ ان کی زندگی کا راستہ بدل گیا، اور خصوصیات بدل گئیں، اور مسلمانوں کا جو اعلیٰ کردار اور اعلیٰ انسانی خصوصیات بتائی گئی ہیں وہ ان سے محروم ہوگئے۔

ہندوستان کو جب آزادی ملی تو یہاں مسلمان اقلیت میں ہونے کے باعث حکومتی سطح سے اپنی اسلامی خصوصیات کو برقرار رکھنے اور اپنی نئی نسل کو اسلام کی شاندار راہ پر چلانے کے لئے اختیار نہیں رکھتے تھے، لیکن ملک چونکہ سیکولر دستور اور نظام کا طے ہوا اس لئے مسلمان عوام کو اس بات کا اختیار مل گیا کہ وہ اپنی اسلامی خصوصیات کے مطابق زندگی کو بنانے اور ڈھالنے کی فکر کرسکیں، اسی کے ساتھ یہ خطرہ بھی سامنے آیا کہ اگر مسلمان اس بات کی فکر نہیں کرتے تو وہ تو نہیں، مگر ان کی آنے والی نسل اسلامی خصوصیات سے محروم ہوجائے گی، کیونکہ ملک کا اختیار کردہ جو

عمومی راستہ ان کے سامنے آئے گا اس پر اس نسل کے لوگ اگر بلا اپنی حفاظت کی فکر کے چلیں گے تو وہ جو کچھ بن سکیں بنیں گے، مگر مسلمان نہیں بن سکیں گے، اس لئے یہ ضرورت شدت کے ساتھ سامنے آئی کہ مسلمانوں کے لئے تعلیم جو نئی نسل کے مستقبل کے بنانے کا بڑا ذریعہ ہے، اپنی اسلامی خصوصیات اور مزاج کے ساتھ ڈھالنے کی کوشش کریں، تاکہ اس ملک کے مسلمان مسلمان رہ سکیں۔ اسی کے ساتھ یہ جاننے کی بھی ضرورت ہے کہ تعلیم میں جو ابتدائی مرحلہ ہوتا ہے، یعنی پرائمری تعلیم کا مرحلہ، اور اسی کے ساتھ ساتھ اس سے پہلے ماں باپ اور گھر کے اندر کے سیکھنے سکھانے کا مرحلہ، وہ زیادہ اہمیت اور اثر انگیز مرحلہ ہوتا ہے، کیونکہ اسی مرحلہ میں انسانی زندگی کی خصوصیات اور صلاحیتوں کی جڑیں بنتی ہیں، جن پر پوری انسانی زندگی کا پودا پروان چڑھتا ہے لہذا اس کی فکر اور بھی زیادہ کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ بہت جزائے خیر دے ہمارے ان بزرگوں کو جنہوں نے آزادی حاصل ہوتے ہی اس کی اہمیت کو محسوس کیا، اور ابتدائی تعلیم کو اسلامی خصوصیات سے خالی ہونے سے بچانے کی جو فکر وہ کر سکتے تھے، اس فکر کا ثبوت دیا، اور اس کے لئے دینی تعلیمی کونسل کا یہ ادارہ قائم کیا، اس کے ذریعہ عامۃ المسلمین کے ذہنوں کو متوجہ کیا اور جگہ جگہ ایسے مکتب کھولے جو ملک کے طے کردہ نظام تعلیم سے ٹکرائے بغیر ایک نجی اور پرائیویٹ انتظام کی بنیاد پر چلائے جانے لگے، اس کے لیے سرمایہ کی ضرورت تھی، اس کو بھی انہوں نے عامۃ المسلمین کی سطح پر رکھا اور گھر گھر سے بچوں کو اس تعلیم سے فائدہ اٹھانے کے لئے لانے کی کوشش کی، اور گھر گھر سے ایک ایک چٹکی آٹے کی مدد سے کام چلانے کی کوشش کی، چنانچہ ان کی محنت اور کوشش سے صوبے کے اندر ہزاروں اور لاکھوں مکاتب قائم ہو گئے اور درجہ پانچ تک تعلیم کا ایسا انتظام قائم کیا گیا کہ جو تعلیم کے رائج الوقت تقاضوں کو بھی پورا کرتا تھا، اور دین اسلام کے عقائد اور احکام کی ضرورت کا بھی انتظام کرتا تھا۔

ہمارے لئے بڑے احساس و غیرت کی بات ہے کہ ہمارے بچے بڑے ہو کر بلکہ اپنے بچپنے ہی میں مروجہ تعلیم کے اثر سے شرک والحاد کی فضاؤں سے متاثر ہو کر اسلام مخالف عقائد اور اعمال میں مبتلا ہو جائیں، جیسا کہ جگہ جگہ پیش آنے کی مثالیں سامنے آرہی ہیں کہ جو مسلمان اسلامی اثرات سے بیگانہ ماحولوں میں رہ رہے ہیں، ان میں سے متعدد مسلمان اپنے کو مسلمان بھی کہتے ہیں، اور پاس پڑوس کی مشرکانہ رسوم میں بھی مبتلا ہیں۔ ایک مسلمان کی زندگی میں یہ دونوں چیزیں کیسے جمع ہو سکتی ہیں، ہمارے اسلام سے اس کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔ اسی طرح یہ دیکھنے میں بھی آرہا ہے کہ عام اسکولوں میں جانے والے ہمارے مسلمان بچے بعض مشرکانہ اعمال بھی انجام دینے لگتے ہیں جو اسکولوں میں رائج ہیں، اور عقیدہ کے لحاظ سے بعض ایسی باتیں بھی اختیار کرتے ہیں جو اسلام کے قطعی منافی ہیں۔

یہ سب اس وجہ سے ہے کہ ہم نئی نسل کی تعلیم کو صاف ستھری بنانے میں اور اسلامی خصوصیات سے وابستہ کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں، اور اس کو اہمیت نہیں دیتے، ہم کو اس بات کی جب فکر ہوتی ہے کہ بچے کو اچھی انگریزی بولنا آجائے اور دنیا میں ترقی اور کامیابی حاصل کرنے کے لیے جس علم کی ضرورت ہے وہ ضرور حاصل ہو جائے تاکہ مستقبل میں اس کی دنیاوی خوشحالی کی امید قائم کی جا سکے، تو ہم کو اس بات کی فکر بھی کیوں نہیں ہوتی کہ وہ مستقبل میں مسلمان بھی رہ سکے۔ ہماری دینی تعلیمی کونسل اپنے ان جلسوں کو اسلامی غیرت اور اسلامی احساس کو اپیل کرنے کے لئے منعقد کرتی ہے، اور یہ احساس دلانا چاہتی ہے کہ مسلمان بچے کو مستقبل میں مسلمان باقی رکھنے کی فکر تعلیم کے ذریعہ سے جو کی جا سکتی ہے، اس کی طرف ہم سب توجہ کریں۔

ماضی میں ہمارے اسلاف اور بزرگوں نے ہمیشہ اس کی فکر کی کہ ان کی آئندہ نسل مسلمان رہ سکے، اس کے لئے ایسی تعلیمی و تربیتی پالیسی اختیار کی جس سے اس کا دل و دماغ مسلمان کا دل و دماغ ہو، اسی کا نتیجہ ہے کہ آج ہم مسلمان ہیں، چنانچہ مسلمانوں کے ہر گھر کے اندر ماؤں نے اور بڑی بوڑھیوں نے اپنے بچوں کے ابتدائی شعور کے زمانہ میں ان کے عقیدے کو صحیح رکھنے اور اسلامی قدروں کو ان کے دماغوں میں ڈالنے کا اہتمام رکھا، اور پھر مسجد کے مکتبوں میں بھیجا تاکہ ذہن و دماغ کی جڑیں اسلامی عقائد اور اخلاق میں پختہ ہو سکیں، لیکن یہ وہ زمانہ تھا جب مسلمانوں کے سامنے یہی نظام تعلیم تھا لیکن اب جب کہ نظام تعلیم مذہب سے علیحدہ کر دیا گیا ہے تو ہم سب پر پوری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اس نظام تعلیم سے ہمارے دینی عنصر کو جو ضرر پہونچ سکتا ہے یا پہونچ رہا ہے، ہم اس کی تلافی کی خود فکر کریں، اس لیے کہ اس کی تلافی کے لیے مسلمانوں کو باہر کے لوگوں سے امید کرنا صحیح بھی نہیں ہے، اور اس کی امید بھی نہیں۔ لہذا یہ نظام جو ہماری دینی کونسل نے قائم کیا ہے اس کو مضبوط بنانے اور اس کو وسعت کے ساتھ کارگر بنانے میں سب کو مل کر مدد کرنا چاہئے، اس لئے کہ یہ مسئلہ چند کام کرنے والوں کا نہیں، بلکہ ہر ہر مسلمان کا مسئلہ ہے۔

اس مسئلہ کا جو قانونی پہلو ہے، اور جو غور و فکر اور رہنمائی کا پہلو ہے اس کو دینی کونسل کے ذمہ دار الحمد للہ بخوبی انجام دے رہے ہیں، رائج الوقت نصاب تعلیم میں جو اسلامی عقائد اور احکام کو نقصان پہونچانے والی باتیں ہوتی ہیں، ان کو ہٹوانے اور نکالنے کے لیے کونسل حکومت سے رابطہ قائم کرتی ہے، اور ان کے لئے دستوری اور جمہوری اصول اپناتی ہے، اور دینی تعلیمی کونسل کے ذریعہ قائم کئے گئے مکاتب کے لئے نصاب تعلیم طے کرتی ہے، اور مسلمانوں کو متوجہ کرنے کے لئے اجتماعات بھی کرتی ہے، اب اس کے بعد جو کام عملی ہے وہ مسلمانوں کی فکر و توجہ کا ہے، کہ وہ اپنے بچوں کو مسلمان باقی رکھنے کے لئے جو ضروری تدبیر ہے وہ اختیار کریں، اور ہمارے ملک کا سیکولر دستور اس بات کی اجازت دیتا ہے، لہذا ہم کو اس اجازت سے پورا فائدہ اٹھانا چاہیے۔

تعلیم اس وقت انسان سازی کا ایک بڑا ذریعہ بن گئی ہے، انسان سازی کا مطلب یہ ہے کہ انسان اصلاً اپنی ماں کے پیٹ سے کچھ معلومات لے کر نہیں آتا، اس کو زندگی کا کوئی تجربہ نہیں ہوتا، اس کو تعلیم کے ذریعہ معلومات فراہم کی جاتی ہیں، اور زندگی کے نفع و ضرر سے واقف کرایا جاتا ہے، وہ خالی الذہن ہوتا ہے، اس کو جو بتایا جاتا ہے اسی پر عمل کرتا ہے، حدیث شریف میں آتا ہے: ﴿كل مولود يولد على الفطرة، فأبواه يهودانه أو ينصرانه أو يمجسانه﴾ کہ ہر بچہ اپنی سیدھی سادی فطرت پر پیدا ہوتا ہے، لیکن پھر اس کے سرپرست یا ماں باپ اس کو کبھی یہودی بنا دیتے ہیں، کبھی نصرانی بنا دیتے ہیں، اور کبھی مجوسی بنا دیتے ہیں۔ یہی ان کو کچھ بنا دینا انسان سازی ہے، جو ماں باپ سے شروع ہو کر اسکول و کالج اور یونیورسٹی تک پہونچتی ہے۔

اب ہمارے سوچنے کی بات ہے کہ ہمارا سیدھا سادہ بچہ آگے چل کر کیا بنے گا؟ مسلمان بنے گا، ہندو بنے گا، یا عیسائی بنے گا؟ اسلام کی اہمیت اور ضرورت پر اگر ہم کو یقین ہے، اور یہ کہ آخرت میں اپنے پروردگار کے سامنے اپنے کئے کا حساب دینا ہے، تو ہم کو اس کا جواب ابھی سے تیار رکھنا چاہئے کہ ہم نے اپنے بچوں کو مسلمان بنانے کی فکر کی یا غفلت برتی؟ یہ بہت اہم مسئلہ ہے، ہم اگر کچھ دن کی زندگی میں رہتے ہیں تو چند ساعتوں کے لئے یا چند دنوں کے لیے۔ کیونکہ ہماری یہ زندگی بہر حال محدود زندگی ہے، لیکن ہمارے لیے آخرت میں جہاں نہ ختم ہونے والی زندگی ہوگی، عافیت اور خیر کا انتظام نہ ہو سکا تو ہمارے لیے بڑے خسارہ کی بات ہے، ہم دنیا کے تھوڑے فائدے کی فکر میں آخرت کے فائدے کو بھول جائیں، یہ بڑی نادانی کی بات ہے، لہذا ہم کو خود بھی مسلمان رہنا ہے، اور اپنی آنے والی نسل کو بھی مسلمان رکھنا ہے، اور اس کے لیے تعلیم کو صحیح رکھنے اور اس میں اسلامی خصوصیات کو محفوظ کرنے کی فکر و انتظام کرنا ہوگا۔

☆☆☆☆☆

ڈنمارک میں اہانت رسول ﷺ

ایک قدیم یورپین گستاخی کی صدائے بازگشت

از .... ڈاکٹر سید رضوان علی ندوی

ڈنمارک کے ایک مشہور اخبار میں ہمارے پاک نبی ﷺ کا جو ایک اہانت آمیز کارٹون شائع ہوا ہے، اور جس کی پھر دوسرے یورپین ممالک فرانس، جرمنی، اٹلی وغیرہ اور امریکہ کے بعض اخبارات میں اشاعت مکرر (Reproduce) ہوئی ہے، اس نے تمام دنیا میں مسلمانوں کے جذبات میں آگ لگا دی ہے، بہت سے مسلمان ممالک میں نوجوان اور طلبہ انتہائی مشتعل ہیں، جذباتی ردعمل میں انہوں نے مختلف ممالک میں تشدد کی راہ اختیار کی ہے، بعض جگہوں پر چند یورپین سفارت خانوں کو آگ لگائی گئی ہے، پاکستان کے بعض شہروں میں حکومت کی خاموشی پر مشتعل پرتشدد ہجوم نے خود اپنے ہی ملک میں تخریب کاری کا مظاہرہ کیا ہے، یا بدامنی پھیلانے والے عناصر نے موقعہ سے فائدہ اٹھا کر توڑ پھوڑ کی اور آگ لگائی ہے، جس کی تمام سنجیدہ افراد۔ بشمول راقم الحروف۔ و جماعات نے مذمت کی ہے اور جو اپنی جگہ حق ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ آخر ڈنمارک کے اس اخبار کا محرک کیا تھا؟ کیوں اس نے آخر ستمبر ۲۰۰۵ء میں یہ انتہائی حقارت آمیز اور گستاخانہ کارٹون شائع کیا، جس میں ہمارے نبی ﷺ کی کارٹون بنائی اور آپ ﷺ کی پگڑی میں ایک بم رکھا دکھایا، یعنی نعوذ باللہ ہمارے مقدس نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دہشت گرد تھے، اور انہوں نے ہی مسلمانوں کو دہشت گردی کی تعلیم دی ہے، اس جاہل، حقیر اور بدباطن کارٹونسٹ کو یہ تک معلوم نہ تھا کہ آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو رحمۃ للعالمین (ساری انسانیت کے لئے رحمت) بنا کر بھیجا گیا تھا، انہوں نے صحیح حدیث مبارک میں یہ پیغام دیا تھا: "اے انسانو! تم سب آدم کی اولاد ہو، اور آدم مٹی سے بنائے گئے تھے، کسی عربی کو کسی غیر عربی پر، اور نہ کسی گوری چمڑی والے کو کسی سیاہ فام پر کوئی برتری حاصل ہے، برتری صرف خوف خدا کی بنیاد پر ہے"، اور انہوں نے تو تیرہ سال مکہ میں اور پھر آٹھ سال مدینہ میں جن کفار کے مظالم برداشت کئے تھے، ان پر فتح مکہ کے بعد قابو پایا تو ان سب کو معاف کر دیا، وہ نہ صرف تمام انسانوں کے لئے رحمت تھے بلکہ حیوانوں کے لئے بھی رحمت تھے، ایک شخص مدینہ میں ایک گدھے پر بہت زیادہ بوجھ لاد کر لیے جا رہا تھا، آپ ﷺ نے اس شخص سے فرمایا کہ اے بندۂ خدا اس بے زبان جانور پر اتنا بوجھ کیوں لاد رکھا ہے۔

ایسے رحمدل بلکہ مجسم رحمت نبی ﷺ کو یہ متعصب اور ظالم لوگ دہشت گرد کہیں اس سے بڑھ کر ظلم کیا ہوگا! پھر طرفہ تماشا یہ کہ اس کو آزادی اظہار Freedom of Expression کا نام دیا جائے! کیا حریت رائے اور آزادی اظہار کا مطلب یہ ہے کہ کسی مذہب کی مقدس ترین شخصیت کا مذاق اڑایا جائے، اس کا گستاخانہ کارٹون شائع کر کے اس کے ماننے والوں کے جذبات کو مجروح کیا جائے؟ یورپی حکومتوں نے انیسویں صدی میں اور امریکہ نے ماضی قریب میں عراق اور افغانستان میں جو مظالم ڈھائے اور لاکھوں معصوم انسانوں، بوڑھوں، بچوں، عورتوں کو ان کے گھروں پر بم گرا کر شہید کیا تو کیا ان ملکوں کے مسلمانوں نے کبھی یسوع مسیح (عیسیٰ علیہ السلام) تو کیا سینٹ پال اور سینٹ پیٹر کی اس قسم کی کوئی کارٹون شائع کی؟

درحقیقت اس ناپاک حرکت کے پیچھے یورپ و امریکہ میں عیسائی و یہودی تعصب اور حسد کا ایک انتہائی مکروہ اور خطرناک جذبہ کام کر رہا ہے، وہ لوگ وہاں اسلام کی مقبولیت سے حسد کی آگ میں جل رہے ہیں، میں بیسویں صدی کی ساٹھ کی ابتدائی دہائی میں تین سال انگلینڈ میں برائے تعلیم رہا ہوں اس وقت کیمبرج - میں جہاں میں پی ایچ ڈی کر رہا تھا اور آکسفورڈ میں ایک مسجد بھی نہ تھی اور لندن میں بھی صرف تین چار ہی مساجد تھیں، وہاں ان دونوں شہروں اور لندن میں سو سے زیادہ مساجد ہیں، اسی طرح امریکہ میں جہاں میں ۱۹۷۸ء سے تین بار جا چکا ہوں، برابر مساجد کی تعداد میں اضافہ اور نوجوان مسلمانوں کے اسلام پر پختگی کے مظاہرے دیکھے ہیں، ۳۵ سال سے میں برابر یورپ و امریکہ جاتا رہا ہوں، اور میں نے وہاں اسلام کی

بڑھتی ہوئی رو کا مشاہدہ کیا ہے، اب بھی اس بات کو جانتے ہیں کہ گزشتہ تیں چالیس برسوں میں مسلمان یورپ میں اپنا امتیازی تشخص قائم کرنے میں بہت کامیاب ہوئے ہیں، یورپ کا کوئی ایسا بڑا شہر یا کیپٹل نہیں جہاں مساجد نہ ہوں۔

علاوہ ازیں یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ یورپ وامریکہ میں عیسائیوں میں تیزی سے اسلام پھیل رہا ہے اگرچہ ۱۱/۹ کے بعد اس میں کسی قدر کمی آگئی ہے، لیکن وہاں مسلمان مقامی لوگوں اور بعض حکومتوں کی زیادتیوں کے باوجود دوبارہ سنبھل گئے ہیں۔

بہر حال یورپ وامریکہ میں اسلام کی مقبولیت اور مسلمانوں کے امتیازی اور اخلاقی تشخص سے وہاں کے متعصب اور حاسد عیسائی اور یہودی اور ان کی بعض حکومتیں خائف ہیں، اور انہوں نے مسلمانوں کو مشتعل کرنے اور عیسائی خواتین اور مردوں کو اسلام سے دور رکھنے کی ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت ہمارے پاک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں اس گستاخی کا منصوبہ بنایا ہے، تاکہ نبی اسلام ﷺ کی ذات مقدس پر ناپاک حملہ کر کے ایک طرف وہ عیسائی نوجوانوں کو اسلام سے بدظن کریں، اور دوسری طرف مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کر کے مشتعل کریں، اور ان کو تشدد پر اکسائیں، یہ ہمارا خیالی مفروضہ نہیں، بلکہ ایسے ہی ایک قدیم ناپاک و متعصبانہ عیسائی منصوبہ کا یہ اعادہ (Replay) ہے، اور اسی ناپاک واقعہ کو یاد دلانے کے لئے میں نے یہ مضمون لکھا ہے، اس تاریخی واقعہ کو پڑھ کر قارئین کو یقین آجائے گا کہ ''حریت رائے اور آزادی اظہار'' تو صرف ایک بہانہ ہے، آج سے ٹھیک ساڑھے گیارہ سو سال قبل

ایک یورپین ملک میں اہانت رسول ﷺ کا ایسا ہی ایک واقعہ پیش آچکا ہے، اور اس کا مقصد بھی یہ تھا کہ عیسائی نوجوانوں کو اسلام سے بدظن کیا جائے اور مسلمانوں کو اشتعال دلایا جائے، مجھے یقین ہے کہ جیلینڈ پوسٹن اور دوسرے یورپی اخبارات میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ اہانت آمیز کارٹون شائع کرنے والے اس سے باخبر رہے ہوں گے، کیونکہ وہ یورپین تاریخ ہی کا ایک واقعہ ہے، یہ حیرت انگیز اور المناک واقعہ عربی تواریخ کے علاوہ انیسویں صدی کے مشہور ڈچ مستشرق (Orientalist) ڈوزی کی فرنچ زبان میں ''تاریخ مسلمانان اسپین'' میں مذکور ہے، اسپین کے عیسائی مورخوں اور خاص طور پر سیمونیٹ (Simonet) نے تو اسے بہت بڑھا چڑھا کر بیان کیا ہے، سید امیر علی نے بھی اپنی تاریخ مسلمین A Short History of the Soraccus میں اس کو مختصر طور پر بیان کیا ہے، اور اسی طرح لبنانی امریکن مورخ فلپ ہٹی (Philip Hitti) نے اپنی کتاب History of the Arabs میں بھی اس واقعہ کی کچھ تفاصیل بیان کی ہیں۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ۹۲ھ/۷۱۱ء یعنی اموی عہد خلافت میں اسپین کی فتح کے بعد وہ عظیم اسلامی خلافت ایک صوبہ بن گیا تھا، لیکن ۱۳۲ھ میں اموی خلافت کے سقوط اور عباسی خلافت کے قیام کے بعد وہاں ایک اموی شہزادے عبد الرحمٰن الداخل کے ہاتھوں ۱۳۸ھ میں اموی مملکت قائم ہوئی، اس انتہائی باہمت اور اولوالعزم حکمراں اور اس کے جانشینوں نے وہاں ایک مستحکم حکومت قائم کی جہاں

تہذیب وتمدن اور علم وادب اتنا فروغ پاچکا تھا کہ مقامی عیسائی نوجوان جن کو اپنے مذہب وثقافت کے معاملات میں آزادی تھی، مسلمانوں کی تہذیب اور ان کے زبان سے اتنے متاثر ہوئے کہ وہ عربی زبان سیکھنے اور بولنے لگے، ان کا جیسا لباس پہننے لگے، اور ان کی ثقافت (Culture) میں پوری طرح رنگ گئے، بالکل اس طرح جیسے برصغیر میں برطانوی عہد استعمار میں ہوا کہ مسلمانوں کی نئی نسل نے انگریزی زبان ولباس اختیار کرلیا تھا۔

نئی عیسائی نسل کے اس انقلاب حال پر قدیم نسل اور خاص طور پر مذہبی طبقہ یعنی پادریوں کو بڑی فکر لاحق ہوئی کہ ہماری نسل تو نئے اور ترقی یافتہ مسلمان آقاؤں کے رنگ میں رنگ گئی ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ رفتہ رفتہ یہ اپنا عیسائی مذہب چھوڑ کر مسلمان نہ ہوجائیں۔

انہوں نے اسپین کے لئے نئے اسلامی دارالخلافہ قرطبہ (Cordoba) میں عیسائی نوجوانوں کو مسلمانوں کی تقلید سے باز رکھنے کے لئے ایک بڑی متعصبانہ اور جہنمی ترکیب سوچی جو یہ تھی کہ مسلمانوں کی انتہائی مقدس شخصیت یعنی ان کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جوان کے کلمہ اسلام کا ایک جزء ہیں (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) برے ناموں سے یاد کیا جائے، انتہائی برے الفاظ سے ان کی اہانت کی جائے، اس عمل سے مسلمان مشتعل ہوں گے، اور مسلمان حکومت اپنے قانون (Law of land) کے مطابق ان کو موت کی سزا دے گی، جس سے نوجوان عیسائیوں کو جو مسلمانوں کی زبان و ثقافت اختیار کرچکے تھے، مسلمانوں سے نفرت پیدا ہوگی، اور وہ مسلمانوں کے طور طریقے اختیار کرنے

سے باز رہیں گے۔

اس متعصبانہ اور نفرت انگیز تحریک کا روح رواں قرطبہ کا ایک پادری Elogius (ہسپانوی تلفظ اولوخیوس) تھا جس کے ساتھ اس کا ایک مالدار دوست بھی شریک تھا، اس کے قرطبہ کے بعض دوسرے پادری بھی اس تحریک میں شریک تھے، اور ان کے بہت سے پیروکار بھی، ان پادریوں نے اپنے معتقدین کو یہ ناپاک سبق پڑھایا کہ جو عیسائی نبی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اہانت آمیز ناموں سے پکارے گا، ان کو نعوذ باللہ جھوٹا اور جعلی نبی کہے گا اور اس کی پاداش میں حکومت کی طرف سے موت کی سزا پائے گا وہ شہید ہوگا، اور جنت (Heaven) میں جائے گا، ایک ایسے ہی گستاخ پادری Prefectus کو سزائے موت دی گئی، تو قرطبہ کے لارڈ پادری (بشپ) نے اس کو Saint (ولی) کا درجہ دیدیا۔

ایک دوسرے پادری Isaac نے تو حد کردی، وہ قرطبہ کے قاضی کے پاس گیا، اس بہانے سے کہ وہ قاضی کے ہاتھ پر اسلام لائے گا، لیکن وہاں پہنچ کر اس نے پیغمبر اسلام ﷺ پر لعن طعن کہنا شروع کردیا، ملکی قانون کے مطابق اس کو بھی سزائے موت دی گئی، عبد الرحمٰن دوئم کی حکمرانی کا زمانہ تھا اور ۸۵۰ء کا سال تھا۔

جب متعصب پادریوں کی اس اشتعال انگیز تحریک نے عوام کو متاثر کیا اور متعدد سادہ لوح عیسائی شوق شہادت (Martyrdom) میں قانون کی زد میں آئے، تو اموی حکمراں عبد الرحمٰن الثانی کی تحریک پر قرطبہ کے لارڈ پادری نے تمام پادریوں کی ایک میٹنگ بلائی جس میں یہ طے کیا گیا کہ پیغمبر

اسلام ﷺ کی توہین وبے حرمتی کر کے سستی شہادت حاصل کرنے کا طریقہ بند کیا جائے، لیکن مذکورہ بالا انتہائی متعصب اور سازشی پادری اولوخیوس نے اس کونسل کے فیصلہ کو منظور نہیں کیا، اور وہ اس اشتعال انگیز اور نفرت آگیں تحریک کو چلاتا رہا، حکومت نے اس کو جیل میں ڈال دیا۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اسپین کی اسلامی فتح کے بعد یہ ملک اندلس کہلایا جانے لگا تھا اور قرطبہ دمشق وبغداد کی طرح ایک نیا انتہائی ترقی یافتہ اسلامی تہذیبی وثقافتی دارالسلطنت بن کر ابھرا تھا، جہاں مسلمانوں اور مقامی عیسائی یہودی آبادی میں بڑی یکجہتی وہم آہنگی تھی، کیونکہ مسلمان حکومت نے ان غیر مسلموں کو پوری مذہبی وثقافتی آزادی دے رکھی تھی، عیسائی سول حکومت اور فوج میں بڑے عہدوں پر فائز تھے، اور چونکہ قرآن کریم نے اہل کتاب (عیسائی ویہودی لوگ) سے مسلمان مردوں کو عیسائی عورتوں سے شادی کی اجازت تھی، اس شرط پر کہ بیوی تو اپنے سابق مذہب پر قائم رہ سکتی ہے، لیکن اس سے ہونے والی اولاد بہر حال مسلمان ہوگی، اس پر کثرت سے مسلمانوں نے عیسائی (یہودی نہیں) عورتوں سے شادی کی، ان سے جو اولاد ہوئی Mozarabs (عربی مستعرب سے ماخوذ) کہلاتی تھی، اور یہ ایک کافی بڑا طبقہ ہوگیا تھا ایسے ہی ایک مسلمان باپ اور عیسائی ماں کی ایک لڑکی فلورا (Flora) تھی، اس کے بچپن میں اس کا باپ مرگیا تھا، ماں نے اس کو عیسائی عقیدہ اور مذہب پر تربیت دی، اس لڑکی کا بڑا بھائی سچا مسلمان تھا، وہ اس سے چھپ کر چرچ جایا کرتی تھی، پھر وہ اپنے بھائی کے خوف سے گھر سے بھاگ گئی

لیکن بھائی اس کا پیچھا کر کے پکڑ لایا، اس کو سمجھایا، ڈرایا لیکن اس نے اپنے عیسائی ہونے پر اصرار کیا، بھائی اس کو قاضی کے پاس لے گیا، اور بتایا کہ اس کی بہن گمراہ ہو کر عیسائی بن گئی ہے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں دیتی ہے، لعن طعن کرتی ہے، فلورا نے قاضی کے سامنے اپنے پختہ عیسائی ہونے اعلان کیا، حالانکہ مرتد ہونے کی سزا موت ہے، لیکن قاضی نے اس کو کوڑوں کی سزا دینے پر اکتفا کیا، اس امید پر کہ یہ دین اسلام میں واپس آجائے گی، لیکن گھر جانے کے بعد وہ قرطبہ سے بھاگ گئی، اور پھر دوبارہ قرطبہ آکر اس نے ایک چرچ میں پناہ لی اور مذکورہ بالا پادری اولوخیوس کی تحریک پر جھوٹی شہادت کے شوق میں ایک دوسری لڑکی ماریا کے ساتھ نبی ﷺ کی شان میں گستاخانہ کلمات کہنے اور آپ ﷺ کو لعن طعن کرنے کا فیصلہ کیا، اور وہ دونوں قاضی کی عدالت میں گئے جہاں فلورا نے کہا کہ وہ مسلمان باپ کی بیٹی ہے، لیکن وہ عیسائی ہوگئی ہے اور اس طرح ماریا بھی، ان دونوں نے قاضی کے سامنے یہ بھی کہا کہ حقیقی خدا نعوذ باللہ یسوع مسیح (عیسیٰ علیہ السلام) ہیں، اور محمد ﷺ جھوٹے نبی تھے، اور دوسرے گندے الفاظ بھی استعمال کئے جو معاصر عرب وانگریز مورخ نہیں لکھتے، لیکن ڈچ مستشرق ڈوزی (۱۸۸۳ء) نے وہ اسپین کی اسلامی تاریخ میں لکھے ہیں۔

قاضی نے پھر بھی بہت نرمی کا برتاؤ کیا اور ان دونوں لڑکیوں کو جیل میں ڈال دیا جہاں پہلے سے اولوخیوس بھی موجود تھا، جو فلورا کے حسن سے متاثر ہو کر اس کے عشق میں مبتلا ہوگیا، اور اس نے فلورا کو مزید بھڑکایا......(بقیہ صفحہ ۱۰ پر)

امن عالم تو فقط دامنِ اسلام میں ہے

از......مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی

موجودہ منظر نامہ میں اسلامی ثقافت کے خلاف منصوبہ بند کارروائیاں جاری ہیں جن کا مقصد اسلامی نقوش کو صفحۂ ہستی سے یکسر مٹا دینا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ اسلام کے خلاف تخریبی ریشہ دوانیوں اور اس کی تصویر کو مسخ کرنے کی داستان صدیوں پرانی ہے، تاہم ان ناپاک مقصد کے عملی ظہور کے لئے ایک طرف تاریخ اسلام کے دھارے کو موڑنے، اسلامی زندگی کو بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکنے اور انسان کو اسلام کی ہر چیز سے بے تعلق کرنے پر بہت زیادہ زور دیا جارہا ہے تو دوسری طرف اس کی خاطر ہر طرح کے اسباب ووسائل اور طاقت استعمال کرنے کی انتھک کوششیں کی جارہی ہیں۔

سازشوں کی گہرائی اور ان کی اثر پذیری کے باب میں عہد رفتہ میں کوئی مثال ایسی نہیں ملتی ہے کہ اصول دین خصوصاً قرآن وحدیث پر ہمہ وقت اور مسلسل یلغار ہورہی ہو، اور قرآن پاک سے ان تمام سورتوں، آیتوں اور نصوص کے نکالنے کا مطالبہ کیا جارہا ہو جن میں یہود ونصاریٰ، فرق ضالہ، جہاد وقتال کی دعوت، نیز شرک بیزاری اور شریعت خداوندی پر عمل پیرا ہونے کا تذکرہ ہو۔

اگر ان کے اسباب وعلل کو تلاش کیا جائے تو معلوم ہوجائے گا کہ ان ریشہ دوانیوں کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ باطل کی جڑیں مضبوط سے مضبوط تر ہوجائیں اور ایسے حالات پیدا نہ ہوں جن کی وجہ سے ابلیس ملعون کی سیادت سربراہی خطرہ میں پڑ جائے، اس کا تخت وتاج تاراج ہوجائے اور حق کو پھلنے پھولنے کا موقعہ ملے اور وہ لوگوں کے ذہن ودماغ پر اثر انداز ہو۔

نت نئے وسائل وذرائع سے لیس ہوکر وسیع پیانہ پر منصوبہ بند طریقہ سے اسلامی تہذیب وتمدن کی شبیہ کو بگاڑنے اور مذہب اسلام کی بنیاد کو کھوکھلا کرنے کی غیر معمولی کوششیں کی جارہی ہیں تاکہ ماحول میں وہ وسائل پنپنے نہ پائیں جو لوگوں کی توجہ اسلام کی طرف مبذول کراتے ہیں یا ان کے دلوں میں اسلام کے تئیں مطالعہ کے ذوق وشوق کی قندیلیں فروزاں کرتے ہیں۔

ان کارپردازوں نے "تخذیر وتہدید" کے ہر ممکنہ وسائل کا استعمال کیا اور صرف قولی پروپیگنڈے پر بس نہیں کیا، بلکہ عوام الناس کے سامنے مذہب اسلام اور اس کے متبعین کی خوفناک تصویریں بھی یہ سمجھ کر پیش کیں کہ ان کی تدبیریں وحیلہ سازیاں دین اسلام تک پہونچنے والی شاہراہوں کو بند کرسکتی ہیں اور امت مسلمہ کی زبوں حالی، اس کی لاچاری وبے بسی، عاجزی ودرماندگی ان کو مذہب اسلام سے بیزار کرنے میں ممد ومعاون ثابت ہوسکتی ہے۔

لیکن اسلام کے خلاف ہونے والی ان تمام تیاریوں کے باوجود یہ مژدۂ جانفزا سننے کو مل رہا ہے کہ لوگ مذہب اسلام میں جوق درجوق داخل ہورہے ہیں اور امن وآشتی کے گہوارہ میں چین وسکون کی زندگی گذار رہے ہیں، گذشتہ ۱۱ر ستمبر ۲۰۰۱ء کے واقعہ کے بعد مغرب میں قبولیت اسلام کا رجحان بہت تیز ہوا ہے اور پہلے کے مقابلہ میں اسلامی تعلیمات کے مطالعہ کا جذبہ عام ہوا ہے اور لوگ بطیب خاطر حلقہ بگوش اسلام ہورہے ہیں۔

چنانچہ بوسنیا اور ہرزیگوینا میں اسلام کا مطالعہ بڑے زور وشور سے کیا جارہا ہے اور اس میدان میں بڑے بڑے اسلامی مدارس اور ادارے سرگرم عمل ہیں، جب کہ وہاں کے مسلمانوں نے اس راہ میں قسم قسم کی تکلیفیں اٹھائیں، طرح طرح کے مظالم سہے، لیکن اس سے باز نہیں آئے، دوسری طرف فرانس میں عورتیں شاہراہوں اور سڑکوں کی زندگی اور وہاں کے ہنگاموں سے اکتا کر خاتون خانہ بننے لگی ہیں۔

فرانسیسی اخبار کے مطابق وہاں کی عورتوں کے دلوں میں "خاتون خانہ" کی جو خواہشیں چٹکیاں لے رہی ہیں اس کی حیثیت ایک فکری انقلاب کی ہے، ان ارمانوں کے دلوں میں مچلنے کی واحد وجہ یہ ہے کہ وہ امن وسکون اور گوشہ عافیت کی متلاشی ہیں اور یہ فرانس کی سڑکوں پر کہاں نصیب ہوسکتا ہے۔

حیرت واستعجاب کا مقام تو یہ ہے کہ خود فرانسیسی یہود حلقہ بگوش اسلام ہورہے ہیں، اور اسلامی تعلیمات کا مطالعہ پوری توجہ کے ساتھ کررہے ہیں، یہ ایسا واقعہ ہے جس سے یہودی تنظیموں کی نیندیں حرام ہوگئی ہیں۔

چنانچہ یہ تنظیمیں حلقہ بگوش اسلام یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان فساد انگیزی اور نفرت وعداوت کا بیج بونے میں مصروف ہیں اور سرگرمی اسلام

کو جوان کے قبول اسلام کا باعث اور محرک ہے اپنے وجود کے لئے خطرہ گردان رہی ہیں، نو مسلم یہودیوں کا تناسب فرانس میں ۸۰ فیصد ہوگیا ہے، جیسا کہ ایک عبرانی اخبار "معاریف" میں یہ وضاحت آئی ہے کہ فرانسیسی نومسلموں میں ۸۰ فیصد یہود ہیں۔

اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ نوجوانان یہود ایک سہارے کے مشتاق اور متلاشی ہیں جس کے سایہ تلے وہ اپنی زندگی گزار سکیں اور جہاں انہیں اطمینان قلب اور ذہنی سکون نصیب ہو اور یہ صرف اور صرف اسلام اور اس کی تعلیمات ہی میں مل سکتا ہے کہ ؏

"امن عالم تو فقط دامن اسلام میں ہے"

عبرانی اخبار "معاریف" کی صراحت کے مطابق اس بات کا انکشاف ہوا کہ اسلام سے روکنے کے لئے فرانس میں متعصب یہودیوں کی طرف سے جو پیہم کوششیں جاری ہیں وہی اسلام میں داخل ہونے والے یہودیوں کی تعداد کی افزونی کا بنیادی سبب ہے، اس میں اس بات کی بھی صراحت آئی ہے کہ فرانس میں مسلمانوں کے خلاف یہودی تنظیمیں جو شرانگیزیاں پھیلا رہی ہیں ان کی وجہ سے یہودیوں میں اسلامی تعلیمات کے مطالعہ کا رجحان اور بڑھ گیا ہے، ایک نومسلم نے زور دے کر یہ بات کہی ہے کہ یہودی تنظیمیں نومسلم یہودیوں کو مشتعل کرکے اسلامی تعلیمات کے مطالعہ سے انہیں روکنے کی جتنی بھی جان توڑ کوششیں کرڈالیں لیکن ان سے فرانسیسی یہودیوں کو بالعموم اور وہاں کے نوجوان کو بالخصوص نہیں روک سکتی۔

وہ اپنے معاشرہ میں تبدیلی مذہب کے تعلق سے فرانسیسی یہودی اعلان کے بجائے خفیہ طور پر اسلام قبول کررہے ہیں اور اس کے اعلان کے لئے مناسب موقع کے منتظر ہیں۔

فرانس میں یہودی تنظیمیں اس قدر اضطراب وبے چینی کا شکار ہیں کہ انہیں اس نازک موضوع کے سلسلے میں بین الاقوامی یہودی ایجنسی سے مدد کی درخواست کرنی پڑی اور اس سے مطالبہ کیا کہ اس سلسلہ میں جلد از جلد مداخلت کی جائے، انہوں نے یہودی اعلیٰ قیادتوں سے بھی یہودیوں پر دباؤ ڈالنے کا مطالبہ کیا ہے تاکہ وہ انہیں اسلام قبول کرنے سے روکیں اور ان پر پابندی عائد کریں نیز اسرائیل سے بھی اس سنگین خطرہ کا مقابلہ کرنے کے لئے نئی حکمت عملی اپنانے کا مطالبہ کیا ہے۔

یورپ میں اشاعت اسلام میں تیزی کی وجہ سے عجیب قسم کا خوف پیدا ہوگیا ہے، اس لئے اٹالوی راجیہ سبھا کے صدر "مارشیلو پیر" نے یورپ میں اسلام کی اشاعت پر پابندی عائد کرنے کو کہا ہے ایک کثیر الاشاعت اٹالوی پرچہ نے ایک انگریزی مستشرق کی یہ پیش گوئی نشر کی ہے کہ سو سال کے اندر پورا یورپ مسلمان ہوجائے گا، انہوں نے کہا کہ حال ہی میں اس مسئلہ پر توجہ دینے والے ایک پادری سے میری گفتگو ہوئی، انہوں نے باور کرایا کہ اسلام صرف ۳۰ سال کی قلیل مدت میں یورپ کے اندر اپنی برتری ثابت کردے گا، سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے مزید انہوں نے کہا کہ: مجھے خطرہ اور اندیشہ ہے کہ یہ خیال کہیں حقیقت نہ بن جائے۔

دوسری طرف مقام بشارت ہے کہ دنیا کے گوشہ گوشہ میں لوگ بہ رضا ورغبت اسلام میں داخل ہورہے ہیں اور اس کے مطالعہ کو حرز جان بنا رہے ہیں، آخر اس کی وجہ کیا ہے کہ اسلام دنیا کے ہر خطے اور ہر گوشے میں برق رفتاری کے ساتھ پھیل رہا ہے، بلکہ اس دیار میں بھی اپنے "شیوع" کی قندیلیں فروزاں کررہا ہے جہاں ہر دن "شمع اسلامی" کو بجھانے کے لئے نت نئی تدبیریں اور جدید اسکیمیں بنائی جاتی ہیں۔

جب ہم حقیقت کی تہہ تک پہونچتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ قبولیت اسلام کی اصل وجہ یہ ہے کہ لوگ زندگی کی مشکلات میں گھرے ہوئے ہیں، قنوطیت ونا امیدی قلق وپریشانی اور افسردگی وآزردگی نے انہیں اپنے شکنجے میں لے رکھا ہے، بے یارومددگار ایسے خلا میں اپنی حیات مستعار کو گزار رہے ہیں جسے خدائے وحدہ لاشریک پر ایمان ویقین اور شریعت خداوندی کی پاسداری کے ذریعہ ہی پُر کیا جاسکتا ہے، ایسے حالات میں وہ گوشۂ عافیت اور امن وآشتی کے گہوارہ کے متلاشی ہیں اور اس کی توقع صرف مذہب اسلام سے ہی کی جاسکتی ہے، چنانچہ مذہب اسلام نے ان کو ان کا چھنا ہوا سکون قلب عطا کیا، پرامن پناہ گاہیں مہیا کیں، جب لوگوں نے راز زندگی کو پالیا اور پرامن زندگی انہیں نصیب ہوگئی تو انہوں نے ٹھنڈی سانسیں لیں، اور اس طرح گویا وہ متاع گمشدہ کی بازیافت میں شادکام وفائز المرام ہوئے، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْأَشْهَادُ، يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْءُ الدَّارِ﴾

(یقیناً ہم اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی مدد دنیا کی زندگی میں بھی کریں گے اور اس دن بھی جب گواہی دینے والے کھڑے ہوں گے، جس دن ظالموں کو ان کی معذرت کچھ نفع نہ دے گی، ان کے لئے لعنت ہی ہوگی اور ان کے لئے برا گھر ہوگا۔

حقیقت تو یہ ہے کہ دنیا کے اندر جو بھی خفیہ یا علانیہ منصوبے بنائے جائیں گے وہ ایمان وعقائد کی چٹان کے سامنے پاش پاش ہوکر رہ جائیں گے اور اسلامی تہذیب وثقافت کا بال بیکا نہ ہوسکے گا، کیونکہ اسلام کے خلاف کی جانے والی ساری سنجیدہ کوششیں بہت تیزی کے ساتھ رائیگاں ہورہی ہیں

اور سابقہ زمانوں میں اس کا مشاہدہ بھی ہو چکا ہے، گرچہ اس راہ میں ماضی کی بہ نسبت زیادہ زوداثر، ہمہ گیر قسم کے جدید اور طاقتور وسائل استعمال کئے جائیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات تو خبیر وبصیر ہے، وہ دشمن کی ہر تدبیر اور حیلہ سازی سے اچھی طرح واقف ہے، وہی اس کو رائیگاں کرے گا﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ، وَلٰكِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (عزت تو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے اور اس کے رسول کے لئے اور ایمانداروں کے لئے ہے، لیکن یہ منافقین نہیں جانتے ہیں)۔

یہ نوشتۂ تقدیر بھی اٹل ہے کہ وہ اعمال کے لحاظ سے خسارے اور گھاٹے میں رہیں گے، ان کی ساری مساعی صدا بصحرا ثابت ہوں گی، گرچہ وہ اس بات کے دعویدار ہیں کہ وہ اچھا عمل کر رہے ہیں، اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ رب العزت غضب آمیز لہجے میں یوں گویا ہے:

﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِيْنَ أَعْمَالًا، اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا، أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِآيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهٖ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا، ذٰلِكَ جَزَاؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْا آيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا﴾

(آپ کہہ دیجئے کہ کیا ہم تمہیں ان لوگوں کا پتہ بتائیں جو اعمال کے لحاظ سے بالکل ہی گھاٹے میں ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کی ساری تگ ودو دنیا کی زندگی میں رائیگاں گئی جب کہ وہ یہ سمجھتے رہے کہ وہ کوئی بڑا کارنامہ انجام دے رہے ہیں، یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنے پروردگار کی نشانیوں اور اس کی ملاقات کا انکار کیا۔

ترجمانی خالد ضیاء معلم دار العلوم ندوۃ العلماء

(بقیہ صفحہ ۷ کا)

کہ وہ اپنے طریقے پر قائم رہے اور پیغمبر اسلام ﷺ کو گالیاں دے کر اور سزائے موت پا کر شہادت کا درجہ حاصل کرے، بالآخر نومبر ۸۵۱ء میں اس کو اور ماریا کو سزائے موت دیدی گئی، اور فوراً ہی چرچ اور عوام کی طرف سے ان کو Saint کا مرتبہ دے دیا گیا، یہ طرفہ تماشہ چرچ کا دیکھا جائے کہ آپ اللہ کے ایک سچے رسول ﷺ کو گالیاں دیں اور اس پر قانونی سزا ملے تو آپ Saint بن جائیں!

ہمارے پاک نبی ﷺ کی توہین وتحقیر اور ان پر سب وشتم کا یہ سلسلہ قائم رہا، تا آں کہ عبدالرحمٰن دوئم کی ۸۵۲ء، (۲۳۸ھ) میں وفات ہوگئی، اور اس کے سخت گیر جانشین محمد بن عبدالرحمٰن نے ۸۵۹ء اولوخیوس اور اس کے بعد قرطبہ کے بشپ کو سزائے موت دی، اور پھر یہ تحریک فرو ہوگئی۔

آج ڈنمارک میں سرکار دو عالم ﷺ کا اہانت آمیز کارٹون وہاں کے ایک اخبار میں شائع کر کے یورپ میں اہانت رسول کی ایک تحریک چلائی گئی ہے بالکل اسی طرح جس طرح نویں صدی عیسوی میں ایک بدباطن اور جنونی متعصب پادری نے چلائی تھی، جس طرح اس قدیم نفرت آگیں اور اشتعال انگیز مذموم تحریک کا مقصد تھا کہ اسلامی تہذیب وثقافت سے متاثر ہونے والے نوجوان عیسائیوں کو اس سے دور رکھا جائے اور ان کے دلوں میں مسلمانوں کی نفرت پیدا کی جائے، آج کے عیسائی اخبار نویسوں کا بھی بعینہ یہی منصوبہ ہے، وہ یورپ میں اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت اور مسلم تنظیموں کی فعالیت سے گھبرا گئے ہیں، اور انہوں نے مقامی عیسائی آبادی اور مسلمانوں میں نفرت کی خلیج پیدا کرنے اور مسلمانوں کو اشتعال دلانے کے لئے ایک منصوبہ بندی کے تحت یہ سب کچھ شروع کیا ہے، اور جبھی یورپ وامریکہ کی اکثر حکومتیں اس پر خاموش ہیں، لیکن مسلمانوں کو اشتعال میں آ کر تشدد کی راہ اختیار نہ کرنی چاہئے، اور یہ بات تو اور قابل مذمت ہے کہ پاکستان کے بعض شہروں میں شرکائے جلوس یا شرپسندوں نے خود اپنی املاک کو جلانے اور توڑ پھوڑ کر غیر عاقلانہ طریقہ اختیار کیا ہے، بہترین اور کارگر اقدام یہ ہوگا کہ حکومت اور تاجر برادری ایسے یورپی ممالک کا اقتصادی بائیکاٹ کریں، ان ممالک کی مصنوعات کو درآمد نہ کریں جہاں کے اخباروں میں اہانت رسول کی گئی ہے، ساتھ ہی اسلامی حکومتوں کا یہ فرض ہے کہ جس طرح یہودی اقلیت نے یورپ وامریکہ میں Anti-Semetism (یہودیوں کے خلاف آواز اٹھانا) کا قانون پاس کرایا ہے، اسی طرح Anti-Islamism (اسلام کے خلاف آواز اٹھانا) کو بھی وہاں قانونی جرم قرار دیا جائے، اور یہ دوہرا معیار (Double Standard) ختم کیا جائے کہ یہودیت کے خلاف آواز اٹھانا تو جرم قرار پائے، اور آزادیٔ اظہار کے پردے میں اسلام اور نبی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بدنام کیا جائے۔

شاعر اسلام علامہ اقبال کی روح ہم کو پکار رہی ہے:

اے لاالٰہ کے وارث باقی نہیں ہے تجھ میں
گفتار دلبرانہ، کردار قاہرانہ

☆☆☆☆☆

شعور و آگہی

سیرت نبوی ﷺ کو مغربی زبانوں میں علمی انداز میں پیش کرنا مسلمانوں کی اولین ذمہ داری

از .... سید محمد واضح رشید حسنی ندوی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکارم اخلاق، نوازش وکرم گستری، شفقت وملاطفت اور دلداری و دلنوازی میں ساری انسانیت کے امام ومقتدیٰ تھے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:﴿إِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾ (بیشک آپ بہت عظیم اخلاق کے حامل ہیں) (القلم:۴)، عفو ودرگزر، تحمل وبردباری، کشادہ قلبی اور قوت برداشت میں آپ کا جو مقام تھا وہاں تک اہل ذہانت کی ذہانت اور شعراء کے خیال وتصور کی بھی رسائی نہیں ہو سکتی، آپ کی نوازش وکرم اور بڑے سے بڑے دشمن کے ساتھ دلداری اور احسان اور عفو ودرگزر کی سیکڑوں مثالیں سیرت نبوی کی کتابوں میں موجود ہیں۔

قومی ومذہبی عصبیت سے بالاتر ہو کر اور صاف وکھلے ذہن سے سیرت نبوی کا مطالعہ کرنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نمایاں وممتاز صفت رحمت للعالمینی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی عفو ودرگزر، رحم وکرم، رحمت ومودت اور شفقت ودلداری کی آئینہ دار ہے، آپ کی تعلیم وتربیت اور صحابہ کرام کے ساتھ آپ کے سلوک کا بنیادی جوہر رحمت وکرم گستری ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف مسلمانوں ہی کے لئے رحمت نہیں بلکہ آپ سارے جہاں کے لئے رحمت تھے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (اے محمد ہم نے تم کو تمام جہاں کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے) (الانبیاء:۱۰۷) آپ کی یہ صفت آپ کے تمام اقدامات اور کارروائیوں میں نمایاں اور غالب نظر آتی ہے، آپ کی زندگی میں کتنے ہی نازک مرحلے آئے، کیسی ہی سختیوں، کٹھنائیوں اور آزمائشوں سے آپ کو گذرنا پڑا لیکن کسی بھی حال میں شفقت ومودت، رحمت وکرم گستری کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت شروع کی تو اپنے ہی قبیلہ کے لوگوں نے سخت سے سخت تکلیفیں اور اذیتیں پہنچائیں، آپ کا بائیکاٹ کیا گیا، راہ حق میں روڑے اٹکائے گئے لیکن ہر حال میں آپ کا جذبۂ رحمت غالب رہا، آپ کی یہ صفات آپ ہی کی ذات تک محدود نہ تھیں، بلکہ آپ کی تعلیم وتربیت کے اثر سے صحابہ کرام میں بھی جلوہ گر تھیں، قرآن کریم کہتا ہے

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيْلِ﴾ (سورہ الفتح:۲۹)۔ (محمد اللہ کے پیغمبر ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ تیز ہیں کافروں کے مقابلہ میں، اور مہربان ہیں آپس میں، تو انہیں دیکھے گا (اے مخاطب) کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں، کبھی سجدہ کر رہے ہیں، اللہ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں لگے ہوئے ہیں، ان کے آثار سجدہ کی تاثیر سے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں یہ ان کے اوصاف توریت اور انجیل میں ہیں۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَّإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا﴾ (سورۃ الفرقان:۶۳) اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب ان سے جہالت والے بات چیت کرتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں خیر)۔

ایک دوسرے موقع پر قرآن کہتا ہے﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ، الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ خٰشِعُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ، وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ، وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ إِلَّا عَلٰى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَاءَ ذٰلِكَ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ، وَالَّذِيْنَ هُمْ لِأَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ، وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ، أُولٰئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ، الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ (المومنون:۱-۱۱) (یقیناً وہ مومنین فلاح پا گئے جو اپنی نماز میں خشوع رکھنے والے ہیں، اور جو لغویات سے برکنار رہنے والے

ہیں، اور جو اپنا تزکیہ کرنے والے ہیں، اور جو اپنی شرم گاہوں کی نگہداشت رکھنے والے ہیں، ہاں البتہ اپنی بیویوں اور باندیوں سے نہیں کہ ان پر کوئی الزام نہیں، ہاں جو کوئی اس کے علاوہ کا طلب گار ہوگا سو ایسے ہی لوگ تو حد سے نکل جانے والے ہیں، اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا لحاظ رکھنے والے ہیں، اور جو اپنی نمازوں کی پابندی رکھنے والے ہیں، بس یہی لوگ وارث ہونے والے ہیں، جو فردوس کے وارث ہوں گے اور اس میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے)۔

مندرجہ بالا آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ رحمت و مودت، شفقت وملاطفت، دلداری ودلنوازی اور عفو ودرگزر اسلام کی بنیادی اور نمایاں صفات ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف انسانوں ہی کے ساتھ شفقت ورحمت کی تعلیم نہیں دی بلکہ حیوانات اور حشرات الارض کے ساتھ بھی رحمت وشفقت اورنرمی وہمدردی کی تعلیم دی، احادیث اور سیرت نبوی کی کتابوں میں اس کی بکثرت مثالیں ملتی ہیں۔

لیکن یہ عجیب تضاد ہے کہ مغربی مصنفین خصوصاً مستشرقین نے سیرت نبوی کے اس پہلو کو بالکل نظر انداز کردیا ہے اور بعض تاریخی اور تادیبی کارروائیوں سے استدلال کرکے بڑی دیدہ دلیری اور دیدہ دانستہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (نعوذ باللہ) تشدد اور طاقت کے استعمال کے داعی تھے اور اسلام تشدد اور جبر کی تعلیم دیتا ہے۔ مستشرقین نے آپ کی رحمت للعالمینی اور عفوودرگزری کی صفت کو سنگ دلی سے تبدیل کردیا ہے، آج مغرب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق سے جو تصور قائم ہے وہ انہیں بدنیت مستشرقین کا دیا ہوا ہے جو ان کے ذہنوں اور دلوں میں ایسا راسخ ہوگیا ہے کہ زمانہ کی ترقیوں اور بحث وتحقیق کے میدان میں نئی نئی تحقیقات وانکشافات کے باوجود آج تک تبدیل نہیں ہوسکا حتی کہ مغرب کا تعلیم یافتہ طبقہ بھی اس بات کی زحمت گوارہ نہیں کرتا کہ وہ صاف اور کھلے ذہن سے سیرت نبوی کا مطالعہ کرے اور حقیقت حال کا پتہ لگائے حالانکہ جو لوگ سیرت نبوی کا حقیقت پسندانہ مطالعہ کرتے ہیں وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت للعالمینی اور عفوودرگزر کی صفت کا اعتراف کرتے ہیں، بہت سے حقیقت پسند اور انصاف پسند یورپین دانشوروں نے اسلام کا غیر جانبدارانہ مطالعہ کیا، تو وہ اسلام کی تعلیمات سے متاثر ہوکر حلقۂ بگوش اسلام ہوگئے اور اس کا بھی اعتراف کیا کہ ان کی سابقہ معلومات ناواقفیت پرمبنی تھیں، بعض بدنیت مغربی مورخین اور مستشرقین نے اس کا اظہار کیا کہ سیرت نبوی کے موضوع پر ان کے لکھنے کا مقصد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمانوں کے تعلق کو ختم کرنا اور ان کے دلوں سے آپ کی محبت، والہانہ شیفتگی، اور آپ کے تقدس کو ختم کرنا ہے، ان خطرناک مستشرقین میں سرفہرست مندرجہ ذیل ہیں، ولیم میور، واشنگٹن آرونگ، آربری (A.J. Arberry)، الفرڈ گیوم (A. Geom)، گولڈزیہر (Goldizher)، زویمر (S.M. Zweimer)، گرون بام (G. Vom Grunbaum)، فلیب ہٹی (P.H. Hitti)، وینسنک (A.J. Wensink)، لوئی ماسینون (L. Massignon)، مارگولیوتھ (D.S. Margoliouth)

زہریلے مواد پر مشتمل ان کتابوں کو اسلام سے موروثی عداوت اور صلیبی جنگوں کے اثر سے عوام میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، اس جانبدارانہ، حاقدانہ تصور کو تاریخ، قصہ اور ناول کے ذریعہ عام کیا گیا، اس کے مطابق فلمیں بنائی گئیں، اور عالم اسلام کے سماجی، سیاسی واقعات کو اسلام کی تعلیم اور خود ذات رسول کریم سے جوڑنے کی کوشش کی گئی، اورنصاب تعلیم میں داخل کی گئیں، صرف یہی نہیں بلکہ سیرت نبوی پر کام کرنیوالے مصنفوں نے اور خود مسلم سیرت نگاروں اور مورخین نے انہیں کتابوں پر اعتماد کیا، جس کی وجہ سے یورپ کے ساتھ ساتھ خود عالم اسلام میں سیرت نبوی کے تعلق سے غلط حقائق و معلومات عام ہوگئیں اور مسلمان تعلیم یافتہ طبقہ اس سے متاثر ہوا۔

مستشرقین نے یہ کتابیں ایسے وقت میں تصنیف کیں جب کہ پوری دنیا پر مسلمانوں کو سیاسی غلبہ حاصل تھا اور دوسری طرف یورپ جہالت و گمراہی سے نکل کر روشنی کی جانب گامزن تھا اور مسلم فاتحین کا رعب ودبدبہ اس پر چھایا ہوا تھا، اسی کے ساتھ ساتھ یورپ خانہ جنگی سے بھی دوچار تھا، سوسالہ، تیس سالہ، دہ سالہ اور تین سالہ جنگیں یورپین خانہ جنگی کی واضح مثالیں ہیں جن میں لاکھوں لوگوں کا قتل عام ہوا اور ان خون آشام خانہ جنگیوں کی وجہ سے زندگی سے مایوسی عام ہوگئی اور اسی کیساتھ ساتھ مسلم فاتحین کی کامیابیوں اور اسلامی تہذیب وتمدن کے عروج کو دیکھ کر یورپ احساس کہتری کا شکار ہوگیا تھا اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کینہ وحسد، بغض وعناد پیدا ہوگیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہانت آمیز خاکوں کی اشاعت اور آپ کی سیرت مبارکہ کو غلط طریقہ سے پیش کیا جانا اس دشمنی وعناد کی واضح دلیل ہے۔

مغرب فطری طور پر بزدل اور کمزور ہے اور بزدل ہمیشہ دشنا طرازی کا سہارا لیتا ہے یورپین

مورخین کی یہ کتابیں اس کا بین ثبوت ہیں، جب کہ مسلمانوں کی فطرت جوانمردی، بہادری، کرم فرمائی اور کشادہ قلبی ہے اور بہادر کمزوروں کے ساتھ عفو ودرگزر، عدل گستری، دلداری ورواداری سے پیش آتا ہے، تاریخ اسلام میں اس کی بکثرت مثالیں موجود ہیں۔

یورپ نے مسلمانوں کے عہد اقتدار وغلبہ میں دوبدو جنگ کرنے کے بجائے مکر وفریب، عیاری ومکاری، چالبازی، بہتان تراشی وافترا پردازی، اور کذب بیانی کا راستہ اختیار کیا اور مسلمانوں کے خلاف فکری وتہذیبی جنگ چھیڑدی۔

یورپ کی علمی بیداری کے اوائل میں اسلام کے تعلق سے ایک کتب خانہ وجود میں آیا جس کا بیشتر حصہ سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق تھا، لیکن یورپ نے اسلامی موضوعات پر تحقیق وریسرچ میں اس حقیقت پسندی اور غیر جانبداری کا ثبوت نہیں دیا جو دوسرے علوم وفنون کے میدان میں نظر آتی ہے، بلکہ اسلام کے تعلق سے اسی روش اور نہج پر قائم رہا جو صلیبی جنگوں کے زمانہ میں رائج تھا اور صلیبی عہد کے تصورات وخیالات کو یورپین اہل قلم جوں کا توں نقل کرتے آرہے تھے حالانکہ بحث وتحقیق کی رو سے ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ یورپ دوسرے میدانوں کی طرح اس میدان میں بھی حقیقت پسندی اور غیر جانبداری کا ثبوت دیتا، اس ضمن میں برطانوی وزیراعظم ٹونی بلیئر کا یہ بیان بڑی اہمیت کا حامل ہے جو اس نے انڈونیشیا کے اپنے حالیہ دورے میں دیا ہے کہ عالم اسلام اور مغرب کے تعلقات ماضی کی تاریخ پر قائم ہیں اور اب ماضی کو بھلا کر حال کی روشنی میں تعلقات استوار کرنا چاہئے۔

یورپ میں غیر جانبدار اور انصاف پسند اہل قلم بھی ہیں جنھوں نے عام نہج سے ہٹ کر صداقت و سچائی کا طریقہ اختیار کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے تعلق سے یورپ میں رائج غلط اور گمراہ کن تصورات کو بے بنیاد ٹھہرایا ہے، لیکن یہ کتابیں یورپ میں رواج نہ پاسکیں کیوں آج بھی اسلام کے تعلق سے اہل یورپ کے ذہن ودماغ مسموم ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ بہت سے انصاف پسند مورخین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل و کمال اور انسانیت پر آپ کے احسان کے معترف ہیں مثال کے طور پر "لامرٹائن" "ڈیورانٹ" "ٹوماس کارلائل" "جاک ریسلر" "ہوبرٹ جارج ویلس"، اور "ہنری" جیسے اہل علم اور دانشوروں نے اپنی کتابوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انسانیت نوازی کا صاف لفظوں میں اعتراف کیا ہے، لیکن ناکام صلیبی جنگوں کے عہد سے اسلام سے بغض وعناد اور نفرت وعداوت کا جو ماحول چلا آرہا ہے اس کی وجہ سے وہی کتابیں مقبول عام ہوئی ہیں جن میں اسلام کے تئیں زہریلا مواد ہوتا ہے اور وقتاً فوقتاً یورپ میں اسلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو گستاخانہ اور اہانت آمیز لٹریچر شائع ہوتا ہے یا فنکار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو اہانت آمیز خاکے شائع کرتے ہیں اس سب کی بنیاد وہی قدیم تصور ہے جو یورپی قوموں کے ذہنوں میں رچ بس گیا ہے اور یورپ کے نصاب تعلیم میں وہی کتابیں داخل ہیں جو اسلام مخالف اور گمراہ کن حقائق ومعلومات پر مشتمل ہیں، جس کی وجہ سے بچپن ہی سے ذہنوں میں اسلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلط تصویر قائم ہوجاتی ہے۔

حالیہ مہینوں میں نبی انسانیت جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہانت آمیز خاکوں کی اشاعت کے بعد عالم اسلام میں زبردست احتجاج اور مظاہرے ہوئے، تو یورپ کے فنکاروں نے اپنی گستاخی کا عذر یہ پیش کیا کہ ان کے فکر وخیال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا ہی تصور بٹھایا گیا ہے، پیغمبر انسانیت ان کی تحقیق ومعلومات کے مطابق ویسے ہی تھے جیسا انہوں نے ان کارٹونوں میں دکھایا ہے، اور ان کا یہ اقدام اظہار رائے کی آزادی پر مبنی ہے جو یورپ میں سب کو حاصل ہے، لندن سے شائع ہونے والے میگزین "ایکنامسٹ" نے لکھا ہے کہ مستشرقین کی کتابوں میں اس سے بھی زیادہ افسوسناک اور اہانت آمیز خیالات ملتے ہیں، اس "میگزین" نے مستشرقین کے بدترین تصورات کے نمونے بھی شائع کئے ہیں، مستشرقین کے جواب میں مسلم سیرت نگاروں نے جو کتابیں تصنیف کی ہیں، ان اہل مغرب کے اسلام کے تئیں بغض وعناد اور عداوت ودشمنی کی مثالیں دیکھی جاسکتی ہیں۔

مسلم اہل قلم اور مفکرین کو چاہئے تو یہ تھا کہ وہ یورپ کی اس علمی وفکری یلغار کا مقابلہ کرتے، لیکن افسوس کہ وہ اپنی تمام تر توجہات یورپ کے عسکری حملے کے دفاع میں صرف کرنے کی وجہ سے اس بھیانک فکری وعلمی یورش پر توجہ نہ دے سکے، حالانکہ یورپ عالم اسلام پر اپنے استعماری حملے سے قبل ہی اس خاموش سنگین علمی وفکری جنگ کی ابتدا کرچکا تھا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمانوں نے سیرت نبوی پر ایک قیمتی ذخیرہ تیار کیا، اور سیرت نبوی کا موضوع مسلم مصنفین کا پسندیدہ اور محبوب موضوع رہا ہے، اسی حب رسول اور ذات نبوی سے والہانہ تعلق وشیفتگی کے نتیجہ میں ان کے قلم سے ایسی نادر اور بیش قیمت کتابیں وجود میں آئیں جن سے اہل ایمان کے قلوب عشق رسول کی روشنی سے منور و فروزاں ہوتے ہیں۔ (بقیہ صفحہ ۲۱ پر)

ایک مطالعہ

خانوادۂ علم اللّٰہی

از: مولانا سید محمد ثانی حسنیؒ

از............................پروفیسر وصی احمد صدیقی

حضرت شاہ علم اللہ حسنیؒ اور ان کے بنی اعمام و اخلاف کے حالات زندگی اور ان کی دینی و علمی خدمات، ساتھ میں اسلاف کرام کا مختصر تذکرہ، مولانا سید محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ''خانوادۂ علم اللٰہی'' پڑھنے میں آیا، مضامین کو ترتیب دے کر کتابی شکل ان کے لائق فرزند سید محمد حمزہ حسنی نے دی ہے، اور ایک بے حد مفید کام کیا ہے، اس کتاب میں بیان کردہ حضرات سب اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں، یہ عجیب بات ہے کہ جس نے یہ کتاب شروع کی اس کا ذکر بھی اس میں آ گیا، یعنی مولانا محمد ثانی حسنی اور خود مولانا محمد ثانی پر لکھنے والے ان کے عالی مرتبت ماموں حضرت مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کتاب کا جزء ہو گئے ہیں، یعنی ماضی اس کتاب پر محیط ہو گیا، ماضی قریب اور بعید دونوں، کتاب پڑھ کر یہ خیال آتا ہے کہ یہ قدسی فطرت حضرات اپنے ماحول کے ناپسندیدہ اثرات سے کبھی اثر پذیر نہیں ہوئے، ان کی طبیعتیں سلیم تھیں، ان کی سیرتیں بے داغ تھیں، ان کے اشغال پاکیزہ تھے، ان کے خیالات بلند تھے، اور ان کی زندگی کا مقصد پیروی رسول اور خدمت دین تھا، ان حضرات میں اکثر کاروبار دنیا میں مشغول ہوئے مگر دین ان کے سامنے رہا، یہ ایک خداداد جذبہ تھا جسے عطیۂ الٰہی کہہ سکتے ہیں، ان میں کچھ حضرات تو ایسے رہے جیسے اللہ نے مافوق الفطرت قوتوں کو انسانی قالب میں دیدیا، ان سے جمال اور خیر کی تخلیق وابستہ رہی اور جو لوگ ان کے پاس آئے وہ مس خام سے کندن بن گئے، مذہب نے واقعی ان لوگوں کے لئے کیمیاء کا کام کیا، جس سے ان کا چولی دامن کا ساتھ تھا، اخلاق اور مزاج کا فساد مذہب کے انحطاط سے ہوتا ہے، اللہ نے اس لئے ان کے اخلاق بلند رکھے کہ مذہب ان کے دل و دماغ میں بسا ہوا تھا۔

اس کتاب میں اکثر حضرات جن کا بیان ہوا ہے ایسا لگتا ہے کہ جیسے ان کے وجود میں ایک نیا وجود تھا، اس دنیا کے باشندے ہوتے ہوئے بھی دوسری دنیا کے لگتے تھے، ان کی خوشیاں پائدار اور عالمگیر تھیں، ان کے غم عارضی اور محدود تھے، سب اللہ ہی کی طرف سے آئے تھے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ گئے، اور زمین پر اپنے پیروں کے انمٹ نقوش چھوڑ گئے۔

یہ ایک جانی ہوئی بات ہے کہ ایک عام زندگی آئیڈیل نہیں ہوتی، کتاب میں ایسے لوگوں کا ذکر ہے بلکہ زیادہ تر ایسے لوگ ہیں جن کا کوئی کارنامہ عام لوگوں کے علم میں نہیں، ان کے نام اور سیرت سے واقفیت اس کتاب ہی کے ذریعہ ہو رہی ہے لیکن پڑھ کر لگتا ہے کہ ان کی زندگی، تعلیم اور تزکیہ کا وسیلہ تھی، مولانا ثانی مرحوم نے ان کا ذکر اس طرح کیا ہے جیسے جذبات اور معمولات کو ایک مصور اپنے کینوس پر دکھا رہا ہو، زبان استعارہ آفریں نہیں ہے مگر ایک مسلسل نظم کا ہیولیٰ بن رہا ہے، یہ سوانحی مضامین اپنے لکھنے والے کے علم اور مزاج کا عکس ہیں، لگتا ہے مولانا ثانی مرحوم نے متفرقات کے اس مجموعہ میں ایک مرکزی جذبہ ابھار کر وحدت الوجود کا ادراک کیا ہے، میں اپنے مافی الضمیر کے لئے صحیح الفاظ نہیں ڈھونڈ پا رہا ہوں، میرا مطلب ایک قدر مشترک سے ہے جو سارے اشخاص کے قوس قزح کے رنگوں کے طرح الگ الگ ہونے کے باوجود ایک وحدت اور تکمیل کا حسن دے رہے ہیں، مولانا ثانی مرحوم نے لکھا ہے کہ خانوادۂ علم اللٰہی کے علماء و مشائخ کے حالات بہت کم ملتے ہیں، اس کی سب سے بڑی وجہ ان حضرات کا اخفاء حال اور خلوت پسندی اور صبر و قناعت ہے، جو جستہ جستہ حالات قلمی کتابوں میں ملتے ہیں وہ اب نایاب ہوتی جا رہی ہیں، ان کتابوں کے ضائع ہو جانے کے خطرہ سے راقم السطور نے ان کے حالات جمع کئے ہیں کہ بزرگوں کا تذکرہ بھی باعث برکت ہوتا ہے، ان کے لائق فرزند سید محمد حمزہ حسنی نے لکھا ہے کہ اس تذکرہ میں بہت سے ایسے لوگ رہ گئے ہیں جن کے نام اہمیت کے ساتھ ملتے ہیں لیکن حالات نہیں ملتے ہیں، بعض خاندانی بیاضیں جن کا تذکرہ ملتا ہے اور جن سے حالات کا علم ہو سکتا تھا وہ اب دستیاب نہیں، بعضوں کے بارہ میں یہ تذکرہ سننے کو ملتا ہے کہ دریائے سئی کے سیلابوں کے نذر ہو گئیں اور کچھ ایسے کتب خانوں میں ہیں جو زیادہ محفوظ ہیں، ان کے والد مرحوم اپنی زندگی میں تلاش و جستجو میں رہے اور جو حالات ملتے

رہے ان کو تحریر کرتے رہے، میرا خیال ہے کہ جن لوگوں کا ذکر آ گیا ہے وہ ان حضرات پر قیاس کرنے کے لئے کافی ہے، اور کتاب اپنی جگہ مکمل ہے، سب بیان کردہ حضرات کے دل عشق کے جلوہ گاہ ہیں، ماضی میں دبے ہوئے سوئے ہوئے نقوش ابھر کر بیدار ہو کر خود اپنا تعارف کرا رہے ہیں۔

ان عالی نفوس کے صدر محفل تو خود حضرت شاہ علم اللہ تھے، یہ نصیر آباد سے تشریف لائے، رائے بریلی کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں پڑاؤ ڈالا اور ایک ایسے خاندان کی بنیاد ڈالی جس نے ملت کو علماء اور مشائخ ایک تسلسل سے دیئے، یہ حضرات سب صاحبان طریقت تھے مگر طریقت کو شریعت کا ایک جزء ہی سمجھا، انھوں نے عبادت اور اوراد و اذکار کے ساتھ اپنے فیوض کو درس و تدریس سے بھی وابستہ کیا، اپنے وقت کے ممتاز علماء اور صاحبان دل سے استفادہ کیا، اور اپنے علم اور برکات کے چشمۂ آب رواں سے سب کی تشنگی دور کی، حضرت شاہ علم اللہ کے متعلق علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''مسافر اسلام ہندوستاں کے غربت کدے'' کے عنوان سے جو تحریر لکھی وہ شاہ صاحب اور ان کے خاندان کے لئے حرف آخر ہے، حقیقتوں کا بیان ایسی شاعرانہ زبان میں تاریخ اور ادب کے میدان کے شہسوار علامہ ندوی ہی کر سکتے تھے، میں شاہ صاحب کے مراتب، ان کے فضائل کو یہاں بیان نہیں کروں گا کیونکہ خود یہ کتاب اور دوسری کتابیں ان کے حالات کے بیان میں رطب اللسان ہیں۔

اسی خاندان میں حضرت شاہ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے، یہ اسلام کی غیرت کے محافظ تھے، انھوں نے اور ان کے پاک طینت رفیقوں نے خاک و خون میں غلطاں ہونے کی روایت کو تازہ کیا، اپنے گھروں کے امن و سکون سے نکلے اور بہت دور بالاکوٹ کی پہاڑیوں میں اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔

ایک خونچکا کفن میں ہزاروں بناؤ ہیں
پڑتی ہے آنکھ تیرے شہیدوں پہ حور کی
(غالب)

اس کتاب میں ۱۵۹ حضرات کا ذکر خیر ہے کچھ اس میں مفصل اور کچھ مجمل، ظاہر ہے اس چھوٹے سے مضمون میں سب کے بیان کی گنجائش کہاں، نہ اس کی ضرورت ہے، لیکن حق ادا نہ ہوگا اگر میں جناب ڈاکٹر عبدالعلی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر نہ لاؤں، یہ وہ نام ہے جس پر میرے والد مرحوم فدا تھے، میڈیکل سائنس کے ایک زبردست واقف کار ہونے کے ساتھ بے مثال عالم و فقیہ تھے، سنت پر عمل ان کے لئے اول و آخر ظاہر و باطن سب تھا، راقم الحروف کا گزر ان کے پاس صرف بحیثیت مریض کے ہوا اور یہ واقعہ ہے کہ آدھا مرض ان کے نبض پکڑتے ہی دور ہو جاتا تھا، پڑھنے والے اس کو مبالغہ نہ سمجھیں، اللہ پاک تو احسن الخالقین ہے، کیسی کیسی مبارک ہستیاں اس نے پیدا کیں جن کا ثانی نہیں ملے گا، انھیں میں سے ایک ڈاکٹر صاحب تھے۔

اور اب زبان پر بار خدایا یہ کس کا نام آیا، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی جنھوں نے اپنی توجہ سے اس حقیر مضمون نگار کو خاک سے پاک کر دیا، ملت اسلامی کو انھوں نے کیا نہیں دیا، اپنی بے مثال تصانیف دیں، بہترین استادوں سے پڑھا اور اپنے علم و فضل کو ملت اسلامیہ پر نثار کیا، مسلم مجلس مشاورت کو قائم کیا، دینی تعلیمی کونسل کی صدارت کی، پیام انسانیت کی تحریک کی، اصلاح معاشرہ کی فکر کی، تحفظ مدارس کمیٹی کی بنیاد ڈالی، مسلم پرسنل لاء بورڈ کے فعال صدر رہے، غرض ہر وہ بات کی جس کی افادیت کے بیان کے لئے ایک دفتر درکار ہے، ادب کیسے اسلامی ہو سکتا ہے رابطہ ادب اسلامی کی بنیاد ڈال کر اس کی وضاحت کی، آپ کی خدمت میں کلید کعبہ پیش کی گئی، آپ کے اعزاز میں عالمی سیمینار منعقد ہوتے رہے، دبئی کی حکومت کی طرف سے عالم اسلام کی ممتاز دینی شخصیت کا ایوارڈ ایک کروڑ بیس لاکھ ملے جسے انھوں نے دینی مدرسوں پر بارش کی طرح برسا دیا، سیرۃ النبی جلد ہفتم کے مقدمہ پر ایک لاکھ نذرانہ پاکستان کی حکومت نے دیا تھا جسے انھوں نے اسی طرح استعمال کیا، ندوہ ان کا جان و دل تھا، وہ ناظم ان کے بھائی ناظم، ان کے والد ناظم، یہ خاندان ندوہ کے آسمان پر سورج کی طرح چمکا، ان کے ذاتی صفات، ان کی مہربانیوں کا کیا ذکر کروں:

زفرق تا بہ قدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جاں ایں جاست

اس شعر کا ترجمہ میر نے کیا ہے اور بہت اچھا کیا ہے

جس جائے سراپا پر نظر پڑتی ہے اس کے
آتا ہے میرے جی میں یہیں عمر بسر ہو

اب میں مؤلف کتاب مولانا محمد ثانی حسنی مرحوم کا ذکر لاتا ہوں، حضرت مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ نے ان پر بڑا مفصل مضمون لکھا ہے اور اس پر کتاب ختم ہوئی ہے، حضرت مولانا نے بڑے جذباتی انداز میں یہ مضمون لکھا ہے، اور قلم کے ذریعہ خون کے آنسو بہائے ہیں، اپنے غیر معمولی تعلق، سفر اور حضر کی طویل رفاقت، جزئیات زندگی، مزاجی خصوصیات اور حوادث اور سوانح پر مشتمل اس مضمون میں حضرت مولانا ایک علم و فضل کے قدر داں کے ساتھ ایک شفیق ماموں کی حیثیت سے بھی نظر آتے

ہیں، اور "انا محزون" والی سرکار دو عالم کے جملے کی تفسیر بھی ہیں، راقم الحروف کو بھی ان سے مناسبت تھی اور ان کی بہت جلد موت نے اسے بھی بہت غمگین کیا تھا، بقول مولانا عبداللہ عباس صاحب مرحوم کے ان کو دیکھ کر اہل اللہ ایک نظر میں یہی کہتے تھے کہ یہ چہرہ اللہ والے کا چہرہ ہے، ان کی ادائیں دینداروں کی ادائیں تھیں، تواضع، محبت اور ملنساری ایسی تھی جو سادات ہاشمی کی پہچان ہے، افسوس ممدوح بھی ختم ہو گئے اور مداح بھی۔

ڈاکٹر عبدالعلی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مبارک ذکر کے بعد یہ بڑی سخت دلی ہوگی اگر میں ان کے صاحبزادے محمد میاں مرحوم کا ذکر نہ لاؤں، ندوہ اور خاندان حسنی کو روشن کئے ہوئے تھے کہ یکدم پیغام اجل آ گیا، اتنی کم عمر میں انھوں نے جو عالمانہ کام کئے وہ بڑے بڑوں کے لئے باعث رشک ہوگا، میں نے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے مضمون میں پڑھا تھا کہ بچپن میں ان کی والدہ فرماتی تھیں کہ یہ اپنے چچا کو پڑا ہے، واقعی فکر وذوق، مزاج وطبیعت، خیالات اور افکار، شان تحریر اور خط اسلوب تحریر میں حضرت مولانا سے جو مماثلت تھی اس کی نظیر نہیں مل سکتی، تینوں صاحبزادوں کو ان کا علم ازبر ہے، اور واقعی میراث پدر کے لائق ہیں۔

ڈاکٹر عبدالعلی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے کے ذکر کے بعد میں ان کے والد محترم حکیم عبدالحی مرحوم ومغفور کا ذکر لاؤں گا، اس معذرت کے ساتھ کہ ترتیب صحیح نہیں ہے مگر اطمینان یہ ہے کہ صاحب گل رعنا کی روح پرفتوح اپنے اخلاف کے ذکر سے مسرور ہوگی، میں ان کے متعلق صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانی کے چند الفاظ نقل کرتا ہوں۔

میری نیاز آگیں آنکھیں اس کو ڈھونڈھتی ہیں جو جمال کمال کے نور سے ہمارے دلوں کو ایک ثلث صدی تک منور کرتا رہا، جمال میں حسب ونسب کا نور تھا، کمال میں علم وعمل کا، آج وہ ہم میں نہیں مگر ان کے حسن عمل کے نور سے ندوۃ العلماء کے در و دیوار تاباں ہے اور فضل ربانی شامل ہے تو صدیوں تک رہے گا۔

ان حضرات میں جن کا ذکر کتاب میں ہے سب ہی لوگ اس کے مستحق ہیں کہ ان کا تعارف اور بیان تفصیل سے کیا جائے لیکن بقول شاعر:

داماں نگہ تنگ وگل حسن تو بسیار
گلچیں بہار تو ز داماں گلہ دارد

عزیز گرامی سید محمد حمزہ مبارک باد کے مستحق ہیں جنھوں نے اپنے والد کے کام کو بڑے سلیقہ سے ترتیب دیا اور تکمیل تک پہونچایا "اگر پدر نتواند پسر تمام کند" یہ کام ان کے لئے صرف ادائیگی فرض نہیں بلکہ ان کی مسرت کا باعث بھی رہا ہوگا، یہ سب لوگ توانھیں کے ہیں۔

سید حمزہ ایک بہترین ادیب اور بہترین منتظم ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت دے، اپنی ملت کے لئے، اپنے ندوہ کے لئے انھیں ابھی بہت کام کرنے ہیں، مولوی بلال عبدالحی حسنی اور مولوی محمود حسن حسنی کا سید صاحب نے شکریہ ادا کیا ہے اور دعائیں دی ہیں، میں ان دعاؤں پر آمین کہتا ہوں، یہ اس گلزار کے خوبصورت پھول ہیں، اور خانوادہ علم اللہی ان پر فخر کرسکتا ہے۔

اب اس مضمون کو اپنے لئے اس شعر پر ختم کرتا ہوں:

دنیا کا کس نے راہ فنا میں دیا ہے ساتھ
تم بھی چلے چلو یونہی جب تک چلی چلے

☆☆☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۱۸)

اب اور ٹائم کرو ٹھیک ہے تو ڈیوٹی پوری کرنے کے بعد فرائض کی ادائیگی کے بعد، اب اگر کوئی شخص نفلی کام کرتا ہے، بس پھر اس کی ترقی کی کوئی انتہا نہیں کیوں کہ فرض جب پورا کرے گا تو کارخانے کا مالک خوش ہو جائے گا، وہی اس کو پھر اور ٹائم بھی دے گا، اور جو وہاں گڑبڑ کر رہا ہے فرض پورا نہیں کرتا، ڈیوٹی پوری نہیں کرتا تو اس کو اور ٹائم بھی نہ ملے گا، اور نظر رکھے گا کہ یہ آدمی صحیح نہیں ہے، اللہ کی نظر میں ہر شخص ہے، اور اس کا ہر کام نظر میں ہے، تو فرمایا کہ بندہ نوافل کے ذریعہ سے مجھ سے قریب ہوتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو چاہنے لگتا ہوں، اور جب میں اس کو چاہنے لگتا ہوں تو اس کا کان بن جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے، آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، مجھ سے مانگتا ہے تو میں دیتا ہوں اور پناہ چاہتا ہے تو ضرور پناہ دیتا ہوں، یہ علامتیں بتا دی گئیں اسی سے یہ بات کہی جاتی ہے کہ اولیاء اللہ محفوظ ہوتے ہیں، انبیاء کرام معصوم ہوتے ہیں، اولیاء کرام محفوظ ہوتے ہیں، یعنی جب اللہ تعالیٰ کان بن جائے اور ہاتھ بن جائے پیر بن جائے، تو اس کا کان غلط بات نہیں سنتا، آنکھ غلط نہیں دیکھتی، پیر غلط نہیں اٹھتا، ہاتھ غلط نہیں پکڑتا اور اس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں اگر پناہ مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور پناہ دیتا ہے، محفوظ ہونے کا یہی مطلب ہے، یہ ایک اصطلاحی لفظ ہے، یعنی اس میں گناہ کا امکان ہوتا ہے، بلکہ گناہ ہو بھی جاتا ہے لیکن گناہ پر برقرار نہیں رہتا ہے اس پر اصرار نہیں کرتا، فرق یہ ہے کہ ہم جیسے جو لوگ ہیں وہ گناہ کرتے ہیں تو کرتے چلے جاتے ہیں توبہ نہیں کرتے، صحیح راستہ پر آنے کی کوشش نہیں کرتے، اس راستہ میں محنت ومجاہدہ نہیں کرتے۔

☆☆☆☆☆

حدیث دل

چوتھی قسط

زندگی کا اصل سرمایہ خدا اور رسول کی محبت ہے

از .... مولانا عبداللہ حسنی ندوی

جب اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی تو اس کے رسولوں اور پیغمبروں سے ہوگی اور خاص طور سے حضرت خاتم الانبیاء محبوب رب العالمین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوگی اور جب اللہ کے رسول ﷺ سے محبت ہوگی تو آپ کے گھر والوں سے اور آپ کے صحابہ سے ہوگی، "جس کا مستقل بیان آگے آئے گا"۔

اسی طرح جب اللہ سے محبت ہوگی اور اس کے رسول ﷺ سے ہوگی تو اللہ والوں سے، اولیاء اللہ سے بھی ہوگی، اس لئے رسول ﷺ نے پوری امت کو خبردار کر دیا کہ اللہ اور اس کے رسول کے چاہنے والوں کو بھی چاہو، ان کا خیال رکھو، ان کی رعایت کرو اور ان کو ستانے، ایذا پہونچانے، اور تکلیف دینے سے بچو ورنہ اللہ کی پکڑ آجائے گی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو میرے ولی سے دشمنی کرے میں نے اس سے اعلان جنگ کر دیا ہے، قرآن وحدیث میں جہاں تک دیکھا گیا ہے صرف دو چیزوں کے بارے میں اعلان جنگ ہے۔ ایک سود خور یعنی سودی لین دین کرنے والے کے بارے میں ﴿فأذنوا بحرب من الله ورسوله﴾ اس سے اللہ تعالیٰ نے جنگ کا اعلان فرمایا۔ اسی لئے جو لوگ سود لیتے ہیں یا سودی کاروبار میں لگ جاتے ہیں ان کو تباہ ہونا لازمی ہے خاص طور پر مسلمانوں کا، اس لئے مسلمانوں کے لئے تو بالکل حرام ہے جب مسلمان اس کاروبار میں آتا ہے تو تباہی وبربادی ساتھ لاتا ہے۔ ایسے ہی اللہ کے جو نیک اور مقبول بندے ہوتے ہیں یا کہہ لیجئے کہ جو محبوب بندے ہوتے ہیں جو ان سے دشمنی رکھتا، ان کی شان میں گستاخی کرتا ہے اور بے ادبی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس سے اعلان جنگ کر دیا ہے، یہاں ایک بات یاد رکھنے کی ہے کہ بندہ جب اللہ سے محبت کرتا ہے تو اللہ بھی اس سے محبت کرتا ہے اور حقیقتاً وہ اللہ کی محبت کی وجہ سے محبت کرتا ہے اور یہ محبت کا لازمہ ہے کہ محبت ایک طرف نہیں رہتی اگر کوئی کسی سے محبت کرے تو اس کو بھی ہو ہی جاتی ہے، اگر یکطرفہ محبت ہے تو کچھ دنوں تک تو معلوم ہوگا کہ یکطرفہ ہے، لیکن پھر دوسری طرف بھی ہوتی جائے گی۔

اب اللہ سے اگر کوئی محبت کرتا ہے، محبّ خدا ہے، تو وہ محبوب خدا بن جاتا ہے، اسی لئے ولی ہونے کی علامت یہ بیان کی ہے کہ ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ اگر تم کو محبت خدا ہے تو رسول کی چال چلو محبوب خدا بن جاؤ گے۔

اللہ کے ولی ہونے کی علامت

علامت محبّ کیا ہے؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی چال چلیں، ان کے راستہ پر اپنے کو لگائیں ان کی سنتوں پر عمل کریں، اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ تم محبوب بن جاؤ گے تو جب وہ محبوب بن جاتا ہے تو اس کی خاطر ہوتی ہے، دلجوئی ہوتی ہے، اور اس کی حفاظت کی جاتی ہے اور اگر محبت کرنے والا صاحب حیثیت ہوتا ہے اور اس کے ہاتھ میں طاقت ہوتی ہے تو وہ صاف کہہ دیتا ہے کہ اگر کوئی اس کے محبوب کو ستائے گا یا بری نگاہ سے دیکھے گا تو ہم نپٹ لیں گے، اس سے کہیں بڑھ کر معاملہ اللہ کے نیک مقبول بندوں کا ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے محبوب ہوتے ہیں، اب اگر کوئی شخص ان کو تکلیف پہونچائے، تو اللہ تعالیٰ اس کی پکڑ کر لیتا ہے، ایک صاحب حال بزرگ کا واقعہ ہے ان کو کسی نے تکلیف پہونچائی، انھوں نے اپنے خادم سے کہا کہ اس کو ایک ہاتھ مارو، انھوں نے مارنے میں دیر کی اور وہ مر گیا، انھوں نے فرمایا کہ بھائی دیکھو اگر ہم بدلہ لیتے تو اللہ کی پکڑ سے بچ جاتا اس لئے ہم نے کہا کہ مار دو تاکہ ہم بدلہ لیں تو یہ بچ جاتا تم نے مارنے میں دیر کی تو اوپر سے اس کی پکڑ آگئی، اور مارا گیا، ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک صاحب ایک صحابی کو برا بھلا کہہ رہے تھے اور وہ خاموش سن رہے تھے، تھوڑی دیر کے بعد انھوں نے جواب دینا شروع کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک تم خاموش تھے فرشتہ تمہاری طرف سے جواب دے رہا تھا جب تم نے جواب دینا شروع کر دیا تو وہ چلا گیا، اس لئے اللہ کے نیک بندوں کو ستانے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے، اس کی مختلف شکلیں ہوتی ہیں۔ کبھی بیماری میں ڈال دیا جاتا ہے، کسی پریشانی میں مبتلا کر دیا، گھر میں اس کے انتشار ہو جاتا ہے، کتنے اس طرح کے معاملات ہوتے رہے ہیں اور سب سے زیادہ خطرناک یہ ہے کہ اس کو زیغ وضلال اور گمراہی میں مبتلا کر دیا جائے۔

ہمارے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے کئی مرتبہ یہ قصہ سنایا کہ ہمارے دارالعلوم میں نہایت ذہین ذی استعداد، غیر معمولی صلاحیت رکھنے والے ایک طالب علم تھے، اچانک اسٹرائک ہوئی، حضرت الاستاذ علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف ان کی زبان سے کچھ نازیبا کلمات نکل گئے، اللہ کا کرنا اسی وقت ان کو جنون کا دورہ پڑ گیا، دورہ اتنی شدت کا تھا کہ ان کو زنجیروں میں باندھ کر ہمارے بھائی صاحب کے پاس جو ڈاکٹر تھے لایا گیا، مولانا فرماتے ہیں میں اس منظر کو دیکھ کر آبدیدہ ہوگیا کیونکہ میں ان کو پڑھا چکا تھا ان کی استعداد وصلاحیت کو دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ ایک دن یہ شخص ندوہ کا آفتاب بن کر چمکے گا، بڑی امیدیں وابستہ تھیں، میں معاملہ کو سمجھ گیا حضرت سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوکر ان کی طرف سے معافی کا خواستگار ہوا، پہلے دن حضرت نے صرف اتنا فرمایا میں تو کچھ نہیں ہوں، لیکن دوسرے دن ازخود فرمایا کہ مولوی علی صاحب میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کردی ان کو معاف کردیا، اس کا اثر یہ ہوا کہ ان کو فوراً افاقہ ہوگیا اور طبیعت بحال ہوگئی، لیکن پھر جلد ہی عمر کا چراغ گل ہوگیا۔

اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اللہ کے نیک اور مقبول بندوں کی شان میں گستاخی کے کیسے کیسے نتائج نکلتے ہیں۔

جب اللہ کے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گستاخی اور بے ادبی کی جائے گی تو کرنے والوں کو نتائج بد بھگتنے پڑیں گے اور وہ کیفر کردار تک پہونچ کر رہے گا اور پہونچ رہے ہیں۔

مجلس نبوی میں حاضری کے آداب

اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے آداب اللہ نے خود قرآن مجید میں بیان کردیئے تاکہ امت کا کوئی فرد بے ادبی کا مرتکب ہوکر جہنم میں نہ چلا جائے، یہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمۃ للعالمین ہونے کا نتیجہ ہے، انہی میں سے ایک ادب یہ بھی ہے جس کو قرآن مجید میں یوں بیان کیا گیا ہے ﴿لَاتَرْفَعُوْا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ﴾ ۔ یہ منع کیا گیا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آؤ تو تمہاری آواز بلند نہیں ہونی چاہئے، کیوں؟ اس لئے کہ بعض دفعہ جب آواز بلند ہوتی ہے تو دل کو تکلیف پہنچ جاتی ہے، اور ظاہر ہے کہ ہر آواز سے دل نہیں دکھتا نہ تکلیف پہونچتی ہے ہاں بعض دفع تیز آواز ایسی ہوتی ہے جس سے تکلیف پہونچتی ہے، اسی لئے فرمایا کہ ﴿وَأَنْتُمْ لَاتَشْعُرُوْنَ﴾ لیکن تم تمیز نہیں کرسکتے ہو کہ تمہاری آواز سے تکلیف پہونچی یا نہیں پہونچی، تو جب تم کو نہیں معلوم تو آواز بلند ہونی ہی نہیں چاہئے، یہ ادب بیان کیا گیا ہے، رسول پاک کی مجلس کا اور جو اللہ کے محبوب ہیں، اور رسول کے نائب اور جانشین ہیں، ان کے ساتھ بھی احتیاط کرنی چاہئے کہ کوئی ایسا فعل، ایسا کام جس سے ان کو تکلیف پہنچ جائے نہیں کرنی چاہئے۔

اسی لئے فرمایا کہ جو میرے ولی سے دشمنی مول لے گا، میرا اس سے اعلان جنگ ہے اور جب اللہ اعلان جنگ کردے تو کیا ہوگا؟ نتیجہ معلوم ہے، اور پھر ولی بننے کا طریقہ بتادیا۔

ولی بننے کا طریقہ

ولی بننے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے تو فرائض کی پوری پابندی کرے جس کو ڈیوٹی کہتے ہیں ڈیوٹی کی پابندی کرے تو زندگی سکون سے گزرے گی، اگر فرائض کی پابندی کرتا ہے عبادات میں بھی، معاملات میں بھی، حقوق کی ادائیگی میں بھی تو اس کو عام پرسکون زندگی حاصل ہوجاتی ہے، نہ اس میں فخر وغرور کی بو ہوتی ہے اور نہ کوتاہی ونقص کی بے چینی نہ خود وہ اپنے کو بزرگ سمجھتا ہے اور نہ ہی اس کو دوسرے بزرگ مانتے ہیں لیکن اگر وہ حوصلہ مند ہے، باہمت ہے اور آگے بڑھنے کا شوق ہے تو وہ اس کے ساتھ نوافل کی پابندی کرتا ہے، تو اس کے اثرات مرتب ہونے لگتے ہیں، اب اگر وہ خود فریبی، فخر وغرور اور اپنے کو بڑا بزرگ سمجھنے کے خیال فاسد سے بچا رہتا ہے تو وہ اللہ کا ولی بن جاتا ہے اور اس کی ترقی کی انتہاء نہیں ہوتی کیونکہ ولی کے درجے بے شمار ہیں، مگر انسان کی یہ کمزوری ہے کہ وہ فرائض میں تو کوتاہی کرتا ہے اور نوافل کی بڑی پابندی بلکہ مزید وظائف بھی اپنے سر لے لیتا ہے جس کو یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ دفتروں اور کارخانوں میں کام کرنے والے اپنی ڈیوٹی میں کوتاہی کرتے ہیں دیر سے آتے ہیں، جلدی چلے جاتے ہیں، یا دفتر ہی میں بیٹھ کر وقت ضائع کرتے اور کارخانے کا نقصان کرتے ہیں، لیکن وہی لوگ یہ چاہتے ہیں کہ Over Time اور ٹائم مل جائے، اور ٹائم کی فکر میں رہتے ہیں، تو فرض پورا نہیں کرتے اور ٹائم کے چکر میں رہتے ہیں، آج دین میں بھی یہی ہو رہا ہے کہ فرائض کو تو پورا نہیں کر رہے ہیں، لیکن اور ٹائم کے چکر میں رہتے ہیں، پوچھتے ہیں، فلاں کام نہیں ہو رہا ہے وظیفہ بتادیجئے، وظیفہ پڑھ رہے ہیں بیٹھے ہوئے، فرض نماز غائب اور دو دو گھنٹے تین تین گھنٹے بیٹھے وظیفہ پڑھ رہے ہیں، یا اسی طرح جو فرض چیزیں ہیں، لازمی ہیں، ماں باپ کے حقوق ہیں بعض چیزیں فرض ہیں، کمانا فرض ہوجاتا ہے بعض اوقات وہ نہیں کریں گے، نفلی نمازیں پڑھے چلے جارہے ہیں، فرض کے تارک ہیں اور نوافل پر عمل ہو رہا ہے، یہ صحیح نہیں ہے، پہلے ڈیوٹی کرو، ڈیوٹی پوری ہوگئی،

(بقیہ صفحہ ۱۶ پر)

امریکی جمہوریت کے بڑھتے سائے

تحریر: مائیکل مین ☆ ترجمانی: سید خالد جامعی

امریکہ: پٹریاٹ ایکٹ تہذیب کی علامت

گیارہ ستمبر ۲۰۰۲ء کے واقعے کے بعد امریکہ نے پٹریاٹ ایکٹ متعارف کرایا جس کے تحت ایف بی آئی کو اس بات کا مکمل اختیار دیا گیا کہ وہ مختلف کتب خانوں سے استفادہ کرنے والے قارئین کے رجحانات مطالعہ کا جائزہ لے کر ان کے ذہن کو پڑھ کر ان کے مستقبل کے منصوبوں کا اندازہ کرسکے اور اس ضمن میں ان کی گرفتاری تفتیش وغیرہ کی قانونی اجازت ایجنٹوں کو حاصل ہو، کتابوں کی دکانوں پر آنے والے خریداروں کے بل دیکھ کر ایف آئی اے کو یہ اندازہ لگانے کا اختیار دیا گیا کہ قارئین کس قسم کی کتابیں خرید رہے ہیں اور ان کا رجحان کیا ہے کیونکہ Readers are leaders لہٰذا اس بات کی تحقیق ضروری ہے کہ مستقبل میں رہنما بننے والوں کی عادات مطالعہ کیا ہیں؟ کس قسم کی چیزیں پڑھی جارہی ہیں، اس کے نتیجے میں کس قسم کا ذہن تیار ہوگا اور اس ذہن کے ذریعہ کہاں کہاں کب کب کس قسم کی دہشت گردی جنم لے گی، لہٰذا دہشت گردی کے خاتمے کے پہلا مرحلہ یہ ہے کہ لوگوں کو سب کچھ پڑھنے سے روک دیا ہے اور انھیں وہی پڑھایا جائے جو امریکی ریاست کے خیال میں پڑھنا چاہئے کیوں کہ آوارہ خوانی کی عادت، غیر ذمہ دارانہ مطالعہ اور ہر قسم کی کتابیں پڑھنے سے ایک فرد مجرمانہ ذہنیت کا اسیر بن جاتا ہے اور دہشت گردی میں مبتلا ہوکر رہتا ہے، یہ پہلا مرحلہ ہے کہ لوگ کیا پڑھ رہے ہیں؟ دوسرا مرحلہ یہ ہوگا کہ لوگ کیا لکھ رہے ہیں؟ کیوں لکھ رہے ہیں؟ کس کے لئے لکھ رہے ہیں؟ مقاصد کیا ہیں؟ اس لکھنے کے نتیجے میں کیسا ذہن پیدا ہوسکتا ہے؟ لہٰذا لکھنے والوں کو بھی امریکی ریاست کے متعین خطوط کے مطابق لکھنے کا کام کرنا چاہئے۔

امریکی تعلیمی اداروں میں آزادی فکر کی صورت حال کیا ہے؟ آزادی اظہار رائے کے دعوے کس حال میں ہیں؟ اس کی تفصیلات بشارہ دومانی استاد تاریخ مشرق وسطی دانش گاہ کیلی فورنیا برکلے نے اپنے مضمون میں بیان کی ہے جو ویب سائٹ bdoumani@barkeley.edu پر دستیاب ہے، یہ تفصیلات نہایت ہولناک ہیں۔

آپ کو کوئی کتاب خریدنی یا لائبریری سے جاری کروانی ہے تو ذرا سوچ سمجھ کر کروایئے، ڈیپارٹمنٹ آف ہوم لینڈ سیکوریٹی، آرویلین نیمڈ پٹریاٹ ایکٹ کے تحت آپ کی نگرانی کرسکتا ہے، اس قانون کی ایک اور شق کے مطابق اس بات کا بھی خطرہ موجود ہے کہ اگر کوئی شخص آپ کو خبردار کرے کہ حکومت آپ کے کتابوں کے انتخاب کی نگرانی کررہی ہے تو اس پر فوجداری مقدمہ چلایا جاسکتا ہے۔

کلاس روم میں مطالعے کے لیے مواد تجویز کرتے وقت بھی احتیاط کیجیے، چیپل ہل کی یونیورسٹی آف نارتھ کیرولائنا پر امریکن فیملی ایسوسی ایشن سنٹر فار لا اینڈ پالیسی نے اس بنیاد پر مقدمہ دائر کردیا تھا کہ اس میں نئے آنے والے طلبہ کے سامنے اسلام کا مختصر تعارف کرانے کی اسائنمنٹ دی گئی تھی، خوش قسمتی سے یونیورسٹی اپنے موقف پر سختی سے قائم رہی اور کورٹ آف اپیلز نے مقامی سیاست دانوں اور یونیورسٹی کے بعض ٹرسٹیز کے زائد حملوں کے باوجود مقدمہ خارج کردیا۔

اس ضمن میں بھی محتاط رہیے کہ آپ اشاعت کے لیے کون سے مضامین قبول کررہے ہیں، یو ایس ٹریژری ڈیپارٹمنٹ کے آفس آف فارن ایسٹس کنٹرول نے فروری ۲۰۰۴ء میں فیصلہ کیا کہ امریکی اشاعتی ادارے ان ممالک میں تصنیف کیے جانے والے کاموں کو ایڈٹ نہیں کرسکتے جن پر تجارتی پابندیاں عائد ہیں، جن میں ایران، عراق، سوڈان، لیبیا اور کیوبا شامل ہیں، خلاف ورزی کے نتیجے میں ایک ملین ڈالر تک جرمانہ اور دس سال تک قید کی سزا دی جاسکتی ہے۔

جو کچھ آپ پڑھا رہے ہیں اس میں بھی احتیاط برتیے، خزاں ۲۰۰۳ء میں امریکی ایوان نمائندگان نے متفقہ طور پر قرارداد نمبر ۳۰۷۷ منظور کرکے مجلس مشاورت تشکیل دی جو دنیا کے مختلف خطوں کے مطالعہ کے لیے قائم مراکز کی نگرانی کرے گی تاکہ اس بات کو یقینی بنایا جاسکے کہ یہ مراکز "قومی مفاد" کو آگے بڑھا رہے ہیں، اگرچہ قانون کا اطلاق تمام ان مراکز پر ہوگا جن کو وفاقی ٹائٹل وی آئی پروگرام کے تحت امداد ملتی ہے، لیکن اس کا ہدف واضح طور پر ملک کے وہ سترہ مراکز ہیں جو مشرق وسطی کے مطالعے کے لیے مخصوص ہیں، دی ایسوسی ایشن آف امریکن یونیورسٹی پروفیسرز، دی امریکن سول لبرٹیز یونین، دی مڈل ایسٹ اسٹڈیز ایسوسی ایشن اور دیگر پیشہ ور تنظیموں نے حکومت کی جانب سے کلاس روم میں اس طرح کی مداخلت پر تشویش کا اظہار کیا ہے جس کی کوئی مثال ماضی میں نہیں ملتی، ان کے خدشات میں بورڈ کے لامحدود تفتیشی اختیارات، جواب دہی کا فقدان

اور بورڈ کی ہیئت تشکیلی ہے، کیونکہ اس کے کچھ ارکان ملک کی حفاظت کی ذمہ دار دو ایجنسیوں سے لیے جائیں گے، اگر قرارداد نمبر ۳۰۷۷ کو امریکی سینٹ بھی پاس کردیتی ہے تو حکومت کی طرف سے مقرر کردہ ایک تفتیشی باڈی کو اختیار حاصل ہوجائے گا کہ وہ کلاس روم کی نگرانی کرتے ہوئے یہ فیصلہ کرے کہ مثال کے طور پر کون سا لیکچر متنوع اور متوازن ہے اور کون سا نہیں، اس کے نتیجے میں پیشہ ورانہ تعلیمی معیار کا بالکل خاتمہ ہوجائے گا اور اس کی جگہ سیاسی معیار لے لے گا۔

اس کی بھی احتیاط کیجئے کہ آپ کلاس میں یا کیمپس کے باہر کیا کہہ رہے ہیں، امریکن کونسل آف ٹرسٹیز اینڈ ایلمنی نے، جس کی بانی نائب صدر ڈک چینی کی اہلیہ لِن چینی اور ڈیموکریٹک پارٹی کے سینٹر اور سابق نائب صدارتی امیدوار جوزف لائبرمین ہیں، ”تہذیب کا تحفظ: یونیورسٹیاں کیسے امریکہ کو نقصان پہنچارہی ہیں اور اس سلسلے میں کیا کیا جاسکتا ہے؟“ کے عنوان کے تحت ایک رپورٹ جاری کی ہے جس میں یونیورسٹیوں پر الزام لگایا گیا ہے کہ وہ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں کمزور کردار ادا کررہی ہیں اور یہ کہ وہ دشمن کو فائدہ پہنچانے کا ذریعہ بن سکتی ہیں، تنظیم کی ویب سائٹ پر ۱۱۷ امریکہ مخالف پروفیسروں اور ان کے ایسے ناگوار ریمارکس کی فہرست شائع کی گئی ہے جو انھوں نے مبینہ طور پر دیے۔

اگر آپ فورڈ یا راک فیلر فاؤنڈیشن سے امداد کے لیے درخواست دینا چاہتے ہیں تو بھی احتیاط کیجئے، آپ سے نئے انداز سے بنائی گئی امدادی درخواستوں پر دستخط کے لیے کہا جائے گا جو آپ کو اور آپ کی تنظیم کو اس بات کا پابند کریں گی کہ اگر آپ فورڈ فاؤنڈیشن سے امداد لینا چاہتے ہیں تو آپ ”تشدد، دہشت گردی، تنگ نظری، یا کسی ملک کی تباہی“ میں ملوث نہ ہوں، جو لوگ فلسطین اسرائیل تنازع کے حوالے سے ۱۱ ستمبر سے بہت پہلے سے جاری عمومی مباحثے سے واقف ہیں وہ فوراً سمجھ جائیں گے کہ اس نئی اصطلاح کا حقیقی مفہوم کیا ہے، ان کے لیے یہ بات ہرگز حیرانی کا باعث نہیں ہوگی کہ درخواستوں میں تبدیلیاں اسرائیل کی حامی کئی یہودی تنظیموں کی تنقید کے باعث اور پھر ان کے مشورے سے کی گئی ہیں جو اس بات پر ناراض تھیں کہ انسانی حقوق کے کچھ گروپ جنھوں نے جنوبی افریقہ میں ڈربن کانفرنس کے موقع پر اسرائیل پر سخت تنقید کی تھی، انھیں فورڈ اور راک فیلر کی طرف سے امداد ملی ہے، اس اصلاح کی ایک مشکل یہ ہے کہ اس کی شرائط واضح اور متعین نہیں ہیں، کیا اگر کسی لیکچر میں کسی اسلام پسند تنظیم مثلاً حزب اللہ کے لبنان کے سیاسی نظام میں حصہ لینے کے حق کی حمایت کی جائے تو اس کو دہشت گردی کا فروغ قرار دیا جائے گا؟ کیا اگر کسی ریسرچ میں اسرائیل اور فلسطین پر مبنی دوقومی ریاست قائم کرنے کے حق میں دلائل دیے گئے ہوں تو اس پر اسرائیل کی تباہی کا پیغام پھیلانے کا الزام لگادیا جائے گا؟ باوقار یونیورسٹیوں مثلاً ہارورڈ، ییل، پرنسٹن، مارنل، کولمبیا، اسٹین فورڈ، دی یونیورسٹی آف پنسلوینیا، میسا چوسٹس انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی، اور دی یونیورسٹی آف شکاگو نے اس زبان پر اعتراض کیا ہے جس پر بعض معمولی تبدیلیاں کردی گئی ہیں، تاہم یہ اتنی معمولی ہیں کہ ACLU نے، جو امریکہ میں شہری حقوق کی ایک بڑی تنظیم ہے، حال ہی میں فورڈ کی طرف سے ایک ملین ڈالر کی اور راک فیلر کی طرف سے ایک لاکھ پچاس ہزار ڈالر کی امداد مسترد کردی ہے، ACLU کی پریس ریلیز میں کہا گیا کہ یہ ”ایک افسوس ناک دن ہے کہ اس ملک کے دو نہایت محبوبیت اور قابل احترام ادارے یہ محسوس کرتے ہیں کہ وہ خوف اور ہراس کی ایک ایسی فضا میں کام کررہے ہیں جس میں وہ اپنے ہزاروں وصول کنندگان سے یہ مطالبہ کرنے پر مجبور ہوگئے ہیں کہ امداد حاصل کرنے کے لیے مبہم شرائط کو قبول کریں جس سے شہری آزادیوں پر سخت مضر اثرات مرتب ہوں گے“۔

اسرائیلی حکومت کی پالیسیوں پر تنقید کرتے ہوئے بھی محتاط رہیے، نجی طور پر مالی امداد سے چلنے والی تنظیموں کی طرف سے ”ٹیک بیک دی کیمپس“ مہموں میں ان طلبہ اور اساتذہ کو ہدف بنایا جارہا ہے جن کا تعلیمی یا ثقافتی طور پر مسلمانوں یا مشرق وسطی کے ممالک سے تعلق ہے، ان میں سے کچھ تنظیمیں کھلے بندوں طلبہ کو اپنے اساتذہ اور ساتھی طلبہ کی مخبری کا کام سونپتی ہیں جن کو پھر سامی مخالف ہونے کے الزام میں نکال دیا جاتا ہے، یہ جنگ محض لفظوں تک محدود نہیں ہے، بہت سے پروفیسروں کو، جن پر جھوٹے الزامات عائد کئے گئے، خود ان کی اپنی یونیورسٹیوں اور میڈیا کی طرف سے تذلیل اور کردار کشی تفتیشوں کا نشانہ بنایا گیا ہے، بڑے بڑے چندہ دہندگان کو متحرک کرکے یونیورسٹی کے منتظمین، مثال کے طور پر ہارورڈ یونیورسٹی کے صدر پر دباؤ ڈلوایا گیا ہے کہ وہ ایسے بیانات جاری کریں جن میں اسرائیلی پالیسیوں پر تنقید کو موثر طور پر سامیت دشمنی کے مترادف قرار دیا گیا ہو۔

اگر آپ امریکی شہری نہیں ہیں اور تدریس یا تعلیم کے لے امریکا جارہے ہیں تو بھی احتیاط کیجئے، اگر آپ امریکی پالیسیوں کے بارے میں ناقدانہ خیالات رکھتے ہیں تو آپ کا ویزا کینسل کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ پروفیسر طارق رمضان کے کیس میں ہوچکا ہے، سیاسی پروفائلنگ (کسی شخص کے قومی، نسلی یا مذہبی پس منظر کی بنیاد پر بوقت ضرورت نئی پالیسیوں کے نفاذ) کی بناء پر غیر امریکیوں کے امریکہ میں پہلی مرتبہ یا دوبارہ داخلے میں رکاوٹیں پیدا کرنے سے تعلیمی پروگراموں میں خلل واقع ہوا ہے، اور امریکہ میں غیر ملکی گریجویٹ طلبہ کی تعداد میں خاصی کمی واقع ہوئی ہے، جن طلبہ کو ویزا مل جاتا ہے ان کے تعلیمی اداروں

سے تقاضا کیا جاتا ہے کہ وہ ان طلبہ کی نگرانی کریں اور سرکاری ایجنسیوں کو باقاعدہ رپورٹیں جمع کروائیں، بشاورہ دومانی نے پٹریاٹ ایکٹ کی جن خامیوں کی طرف توجہ دلائی ہے یہ خامیاں نہیں امریکی توسیع پسندی کا ایک رنگ ہے، طویل خاموشی کے بعد۔

پٹریاٹ ایکٹ کی اس شق کے خلاف امریکہ کے ایوان نمائندگان میں بہت تاخیر کے بعد جون ۲۰۰۵ء بل پیش کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، ان کوششوں پر تبصرہ کرتے ہوئے صدر بش کے ترجمان نے ایسی تمام کوششوں کے خلاف ویٹو استعمال کرنے کا عندیہ دیا ہے، ڈان کے اسٹاف رپورٹر کے مطابق:

This week the Bush administration released a policy statement threatening a veto of the bill, and on Wednesday night a White HOuse spokeswoman said it would continue to fight for all Patriot Act provision. [DAWN June 18, 2005]

دنیا میں امریکہ کی خفیہ جیلیں، پٹریاٹ ایکٹ اور Rights of USA Citizen
Bill کے American Citizens
Protection and War Criminal
Prosecutio Act of 2001 کہا جاتا ہے۔ امریکی تاریخ کی نفسیات کی تصویر کشی کرتے ہیں، توسیع پسندانہ عزائم کی یہ تاریخ محض اتفاقی تاریخ نہیں ہے، اس کی بنیادیں کولمبس کے ذریعہ براعظم امریکہ کی دریافت سے لے کر دو ہزارویں صدی تک امریکہ کے عروج کی تاریخ میں پیوست ہیں، اس تاریخ کے دورخ پیش کئے جارہے ہیں۔

☆☆☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۱۳)......اور ان کے دلوں میں حب رسول کی خاطر سب کچھ قربان کردینے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، پچھلے کچھ مہینوں میں اس جذبہ کا مظاہرہ و مشاہدہ خوب ہوا، پورا عالم اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہانت آمیز خاکوں کے خلاف دیوانہ وار سڑکوں پر نکل آیا، لیکن مسلم مصنفین کی کتابیں مسلمانوں ہی کی زبانوں میں ہیں اور یقیناً ان کتابوں نے حب رسول اور اتباع سنت کے جذبہ کو خوب فروغ دیا، اسی طرح نعتیہ قصائد نے بھی مسلمانوں میں شوق وسرور اور عقیدت کے جذبات کو اور جلا بخشی ہے، لیکن یورپ کے نظریہ کو ان کتابوں کے ذریعہ نہیں بدلا جاسکتا، بلکہ یورپ کے تصورات کو اسی کی زبانوں میں سیرت پر لٹریچر پیش کرنے سے بدلا جاسکتا ہے، بعض اخباری رپورٹوں کے مطابق کارٹونوں کے خلاف ردعمل کے اثر سے یورپ میں سیرت نبوی کے متعلق کتابوں کی مانگ اتنی بڑھی کہ اس کو پورا کرنا مشکل ہوگیا ہے، لیکن افسوس یورپین زبانوں میں سیرت کا مواد کمیاب ہے۔

اس وقت عالم اسلام میں مختلف اسلامک سینٹر، اکیڈمیاں، مسلم ادارے اور اسلامی مراکز ہیں جو بحسن وخوبی دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، یقیناً یہ انتہائی اہم اور مبارک فریضہ ہے، اس کے ذریعہ ہزاروں لوگ راہ یاب ہورہے ہیں لیکن اسلام اور سیرت نبوی کو علمی وفکری انداز میں پیش کرنا بھی وقت کا اہم فریضہ اور مسلمانوں کی اولین ذمہ داری ہے جو کسی طرح بھی دعوتی فریضہ سے کم اہمیت کی حامل نہیں، بلکہ تقریباً دونوں کی حیثیت یکساں ہی ہے، حالات کا تقاضا ہے کہ اسلامی نظام زندگی کی اہمیت وافادیت اور محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی تابناک حقیقی زندگی کو اہل یورپ کے سامنے علمی وعصری انداز میں پیش کیا جائے، ڈاکٹر یوسف قرضاوی نے بھی اس پہلو پر مسلم اہل قلم کی توجہ مبذول کرائی ہے، انہوں نے کہا ”سیرت نبوی کی تدوین یورپ کی زبانوں میں ہونی چاہئے، سیرت نگاری کے میدان میں یہ ایک خلا ہے اسے پر کیا جانا چاہئے، اس ضرورت کا احساس کرتے ہوئے انہوں نے علمی نمونہ پیش کیا کہ انٹرنیٹ پر سیرت نبوی سے متعلق ایک ویب سائٹ شروع کردی، چنانچہ اسلامی اداروں کی اولین ذمہ داری ہے کہ تاریخ اسلام اور سیرت نبوی کے موضوع پر علمی انداز میں ایسی کتابیں تصنیف کریں جن میں ذات رسول کے متعلق کئے جانے والے تمام اعتراضات کا تشفی بخش اور قابل اطمینان جواب ہو، اسی کے ساتھ حالات اور یورپی مزاج ومذاق کا بھی بھرپور خیال رکھا گیا ہو، اس لئے کہ اس قسم کے شکوک وشبہات صرف غیر مسلموں کے ذہنوں ہی میں نہیں پائے جاتے بلکہ یورپ کی نئی نسل اور مغربی تعلیم یافتہ مسلم طبقے کے ذہنوں میں بھی یورپ کے گمراہ کن باطل نظریات کی وجہ سے نت نئے شکوک وشبہات نے جگہ بنالی ہے۔

اہانت آمیز خاکوں کے خلاف عالم اسلام میں آنے والی احتجاجی آندھیوں کے جھونکے کچھ تھم سے گئے ہیں، احتجاجی مظاہرین ذات نبوی سے متعلق اپنی عقیدت ومحبت اور جاں نثاری والفت کا ثبوت پیش کرچکے، اب ان ارباب علم وفضل اور اصحاب اختصاص کی باری ہے جنہوں نے یورپ کو قریب سے دیکھا ہے اور وہاں کی تہذیب وثقافت اور زبانوں سے آشنا ہیں کہ وہ اس مشن کا بیڑا اٹھائیں، اور سیرت رسول وتاریخ اسلام کو یورپ کے مزاج ومذاق کے مطابق پیش کریں، کیونکہ اسی طریقہ سے یورپ کے فکری انحراف کو راہ مستقیم پر لایا جاسکتا ہے، اور یہ وقت کا ایک اہم اسلامی فریضہ ہے جسے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا۔

(ترجمہ: محمد وثیق ندوی)

خبر ونظر

عالم اسلام کی خبریں

فرانسیسی کوچ کا قبول اسلام

فرانسیسی کوچ برونو میٹسو نے قبول اسلام کا اعلان کرنے کے بعد اپنا نام بدل کر کریم میٹسو رکھا ہے، اور انہوں نے کہا کہ میں نے اپنی مسلمان سنگالی بیوی کے ساتھ منسلک ہونے کے بعد پورے انشراح قلب کے ساتھ اسلام قبول کیا ہے، میٹسو کا کہنا ہے: (جنہیں عنقریب قومی حکومتی فٹ بال ٹیم کی ٹریننگ سونپی جائے گی) میرا اسلام قبول کرنا ایک شخصی معاملہ ہے اور ہر انسان کو یہ حق حاصل ہے کہ جو مناسب سمجھے وہ کرے، یہی بات اس سے پہلے فرانسیسی کوچ فیلیب تروسیہ نے کہی تھی جو اب اسلام قبول کرنے کے بعد سے عمر تروسیہ کے نام سے جانے جاتے ہیں، کریم میٹسو نے اے آر ٹی اسپورٹس چینل کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ "وہ اپنے اس قبول اسلام کو خوش قسمتی اور سعادت سمجھتے ہیں۔

کہا جا رہا ہے کہ میٹسو نے قبول اسلام کا اعلان سنگالی ٹیم کی (جس کی یہ ٹریننگ دے رہے تھے) حالیہ ورلڈ کپ چیمپین شپ میں فرانسیسی ٹیم پر کامیابی کے بعد کیا، جب کہ یہ بھی خیال ظاہر کیا جا رہا ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کا لحاظ کرتے ہوئے اسلام قبول کیا ہے۔

تروسیہ کا بیان ہے کہ اپنی بیوی کے ساتھ اسلام قبول کرنا یہ ایک وفاداری کی شکل ہے جس طرح وہ اپنے ملک سے محبت کرتے ہیں۔ اسی طرح انٹرنیشنل فٹ بال ٹیم کے کوچ جنھوں نے مراکش، قطر، نائجیریا، جنوبی افریقہ اور بورکینا فاسو کی ٹیموں کی قیادت کی ہے اپنی بیوی کا نام امینہ رکھا ہے۔

عمر تروسیہ نے کہا کہ کسی ایسے معاملے پر تبصرہ کرنا جس سے شخصی پہلو پر آنچ آتی ہو بہت مشکل ہے، میں ایک مومن شخص ہوں، میں شخصی ذہنی اور روحانی سکون کی تلاش میں عیسائیت سے نکل کر آیا ہوں، مشہور کوچ نے اعتراف کیا ہے کہ کافی جستجو وتحقیق اور تلاش کے بعد ہم نے اسلام قبول کیا ہے۔

تروسیہ کا ایک دوست جو مراکشی فٹ بال کلب کا صدر ہے، جس میں تروسیہ نے افریقہ میں ایک کوچ کی حیثیت سے اپنا مشن شروع کیا تھا اس نے ایک اخباری بیان میں اس خبر کی اطلاع دی ہے، تروسیہ نے اس بات کی وضاحت کی کہ میں آپ لوگوں کے سوالات کا جواب دوں گا اس لئے کہ آپ لوگ اس کام کو انجام دیں گے، ہاں یہ بات الگ ہے کہ میں میڈیا کے ذریعہ اپنی شہرت نہیں چاہتا، یہ میرا ذاتی فیصلہ ہے۔

امریکی سینٹ میں بش کو مشکلات کا سامنا

امریکی فوج کے "عراقی دلدل" میں پھنس جانے پر جو اخراجات آرہے ہیں اس کی وجہ سے بش انتظامیہ کو سینٹ میں بڑی دقتوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، جب کہ عراق جنگ اور اس کے قبضہ پر تین سال گزر جانے کے باوجود اعداد وشمار اس جنگ کے اخراجات کے دوگنا ہو جانے کی طرف اشارہ کر رہے ہیں تو دوسری طرف عراق میں قابض فوجوں میں انسانی جانوں کا نقصان بڑھتا جا رہا ہے، جس کی تعداد سرکاری ریکارڈ کے مطابق مرنے والوں کی تعداد ۲۳۹۵ اور زخمیوں کی تعداد ۲۰۷۸ تک پہونچ گئی ہے، جیسا کہ گلوبل فیچر سنٹر نے اطلاع دی ہے، اسی وجہ سے جنگ کے اخراجات میں اضافہ ہو کر ۲۰۰۳ میں ۴۸ ارب ڈالر سے ۲۰۰۴ تک ۵۹ ارب ڈالر اور گذشتہ سال ۸۱ ارب ڈالر تک پہونچ گیا ہے، مزید وہائٹ ہاؤس نے جنگ کے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے مالی سال ۲۰۰۶ء میں ۹۴ ارب ڈالر کا مطالبہ کیا ہے جب کہ اس سلسلہ میں کانگریس سروے سنٹر نے ایک دوسری رپورٹ میں بتایا ہے کہ جنگ کے اخراجات گزشتہ ۲۔۸ ارب ڈالر ماہانہ کے مقابلہ میں اب اس وقت ۱۰ ارب ڈالر تک پہونچ گئے ہیں۔

اب اس بات کا انتظار کیا جا رہا ہے کہ امریکی حکمراں آئندہ ہفتوں میں عراق جنگ کے بجٹ پر بحث کریں گے اور اس بحث کا فائدہ عراق جنگ کے مخالفین اور فوج کو واپس بلا لینے والوں کو ہوگا جو صدر بش کی حکومت کے بنیادی اخراجات پر بحث کریں گے۔

عیسائیت بچاؤ ٹرین کا آغاز

اٹالین سینیٹ کے صدر مارشیللو پیرا نے ایک ٹرین چلانے کا اعلان کیا جس کا نام "مغرب سپر فاسٹ ٹرین" رکھا گیا ہے، اس ٹرین کا مقصد مغرب میں عیسائی تشخص کی حفاظت ہے کیونکہ مارشیللو کے مطابق عیسائی تشخص کو اسلام سے بڑا خطرہ لاحق ہو گیا ہے، یہ ٹرین راجدھانی روما سے ایک ایسے قافلے کو لے کر روانہ ہوئی جو پانچ سو سے زائد سیاسی لیڈروں پر مشتمل تھی اس کی بعض بوگیوں پر "اصول مسیحیہ" لکھا ہوا تھا بولونیا ٹرین پہونچنے کے بعد موصوف نے کہا کہ اسلام ہماری تہذیب وتمدن کو چیلنج کر رہا ہے، انہوں نے مزید یہ بھی کہا کہ اس خطرہ کا علاج نسلی تنوع والے سماج کا نظریہ ترک کر دیا جائے۔ سینیٹ کے صدر نے آنے والے انتخابات میں بائیں بازو کی کامیابی سے ڈراتے ہوئے کہا کہ اگر زمام مملکت ان کے ہاتھوں میں آگئی تو اٹلی میں دین اسلام کے قدم جمنے کا راستہ ہموار ہو جائے گا، مسٹر پیرا نے ۳ ہزار مظاہرین کے سامنے یہ کہتے ہوئے اپنی بات ختم کی کہ ہم اپنی ٹرین پیرس، میڈرڈ، اسطنبول تک چلائیں گے اور ہمارا یہ قافلہ بڑھتا رہے گا یہاں تک

کہ ہم بحر اٹلانٹک پہنچ جائیں گے۔

فرانس میں اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت

حکومت فرانس کی جانب سے اسلامی پردہ اور اسلامی شعائر کی مخالفت میں کی جانے والی پر تشدد کارروائیوں کے باوجود فرانس کے سرکاری اعداد وشمار اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ اسلام قبول کرنے والے فرانسیسیوں کی تعداد تقریباً دس ہزار پہنچ چکی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یومیہ اسلام قبول کرنے والے فرانسیسیوں کی تعداد دس ہے، یہ تعداد ان مسلمانوں کے علاوہ ہے جو دوسری جگہ سے آکر یہاں مدت دراز سے مقیم ہیں۔

فرانس کے اکسپریس نامی مجلہ کی رپورٹ کے مطابق فرانس کا پیشہ ور طبقہ بھی اسلام کی طرف تیز گام ہے، اسی کے ساتھ ساتھ مختلف مکاتب فکر اور مذاہب جیسے سیکولر، بدھسٹ، کیتھولک فرقوں میں بھی اسلام کی مقبولیت روز افزوں ہے، رپورٹوں سے فرانس میں بعض مسلم جماعتوں کی سرگرمیوں کا بھی پتہ چلتا ہے، رپورٹوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حال میں اسلام قبول کرنے والے فرانسیسیوں کی تعداد بڑھ کر ساٹھ ہزار ہو گئی ہے، ان لوگوں نے برضا ورغبت حقیقی امن وسکون کی تلاش میں۔

اسلام قبول کرنے والوں میں انجینئرس، کھیلوں کے کوچ، ٹیچرس، طلبہ، بے روزگار اور عیسائی دیندار حضرات بھی شامل ہیں، اسی طرح بہت سے آرٹسٹ، فنکار، فٹبال کھلاڑی، ڈانسر، کمیونسٹ پارٹی کے سابق صدر کے بیٹے "کلیموں" کے اسلام لانے کی خبر ہے۔

ترجمہ
حبیب اللہ فتح پوری / محمد شیر علی

☆☆☆☆☆

رپورٹ

حضرت مولانا مجیب اللہ ندویؒ کی وفات پر جلسۂ تعزیت

حضرت مولانا مجیب اللہ ندویؒ کی وفات پر ایک جلسۂ تعزیت بتاریخ ۱۴ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ بعد نماز عصر مسجد دار العلوم میں منعقد ہوا، ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ نے اپنے صدارتی خطاب میں فرمایا کہ مولانا مجیب اللہ ندوی اس نسل کے ممتاز فرد تھے جو اب ہم سے رخصت ہو چکے ہیں ان میں مولانا معین اللہ ندوی، مولانا عبد اللہ عباس ندوی، مولانا وصی مظہر ندوی وغیرہم نمایاں تھے، ان حضرات نے زمانہ طالبعلمی میں اپنے وقت کو مفید بنانے کی کوشش کی اور فراغت کے بعد اپنے لئے الگ الگ میدان منتخب کیا اور تنہا پوری پوری جمعیت کا کام انجام دیا، مولانا مجیب اللہ ندوی نے اپنے لئے جو راہ منتخب کی وہ علم اور خدمت دین کی راہ تھی، فقہ مولانا کا خاص موضوع تھا، علامہ سید سلیمان ندویؒ کی صحبت سے انہوں نے بہت استفادہ کیا، پھر جامعۃ الرشاد قائم کیا اور اس سے علم ودین کی خدمت کرنے والی ایک نسل تیار کی۔

اس جلسہ کو خطاب کرتے ہوئے مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء ڈاکٹر مولانا سعید الرحمن اعظمی دامت برکاتہم نے فرمایا کہ مولانا مجیب اللہ ندویؒ کی زندگی عالم باعمل کی زندگی تھی، انہوں نے سید صاحب کے زیر تربیت رہنے کی وجہ سے تصنیف وتالیف کا اچھا ذوق پایا تھا ان کی تمام تصنیفوں میں اس کا اثر جھلکتا ہے، مگر اسی پر انہوں نے اکتفا نہیں کیا بلکہ تعلیم وتربیت کو بھی اپنا میدان بنایا، یہی جامعیت ان کا امتیاز تھی، شہر اعظم گڑھ میں تعلیم وتربیت کے کسی مرکزی ادارہ کی ضرورت تھی مولانا مرحوم نے جامعۃ الرشاد کے ذریعہ اس کو پورا فرمایا۔

اس موقعہ پر استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء جناب مولانا برہان الدین سنبھلی نے مولانا سے اپنے تیس سالہ تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے مولانا کو علم کے بلند مرتبہ پر پایا انہیں فقہ سے خاص دلچسپی تھی جس پر ان کی کتابیں شاہد ہیں، ان کا قلم بہت سنجیدہ تھا اگر کبھی کسی کی تردید کی نوبت بھی آجاتی تو رکیک باتوں سے احتراز کرتے، اسی طرح تفنن وابتکار ان کے مزاج میں تھا، ان کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے اللہ تعالیٰ اسے پر فرمائے۔

مولانا محبوب الرحمن ازہری استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء نے مولانا کے تئیں اپنے تاثرات میں فرمایا کہ مولانا بہت سادہ زندگی گذارتے رہے، ان کا سب سے بڑا کارنامہ جامعۃ الرشاد کا قیام ہے، انہوں نے جامعہ کو ندوہ کے خطوط پر چلایا بلکہ دوسرا ندوہ اعظم گڑھ میں قائم کرنے کی کوشش کی، مولانا اور ان کے ممتاز ساتھیوں نے ۱۹۴۴ء میں یہاں سے فراغت حاصل کی اور اپنے اپنے طور پر مادر علمی ندوۃ العلماء کی خدمت کرتے رہے، اللہ تعالیٰ ان حضرات کی خدمات کو قبول فرمائے۔ آمین

اخیر میں صدر جلسہ کی دعا پر جلسہ کا اختتام عمل میں آیا۔ (سید الیاس ہاشمی ندوی)

فقہی مسائل

از: مفتی محمد طارق ندوی

سوال: کیا لڑکے کے عقیقہ میں ایک بکرا بھی کافی ہے؟

جواب: لڑکے کے لئے ایک بکرا بھی کافی ہے البتہ دو بکرے یا دو بکری بہتر ہے دو کی تعداد شرط نہیں بلکہ مستحب ہے۔

سوال: مسجد کی چٹائی بعض لوگ پیر کی ٹھوکروں سے کھولتے ہیں از روئے شرع یہ عمل کیسا ہے؟

جواب: مسجد کی چٹائی پیر کی ٹھوکروں سے کھولنا بے ادبی ہے مسجد کی ہر چیز قابل تعظیم ہے حتی کہ فقہاء نے صراحت فرمائی ہے کہ مسجد کے کوڑا کرکٹ کے ساتھ بھی بے ادبی کا معاملہ نہ کیا جائے اس کو ایسی جگہ نہ ڈالا جائے جو اس کی تعظیم کے خلاف ہو۔

سوال: کیا ایک مؤذن دو مسجدوں میں اذان دے سکتا ہے؟

جواب: ایک مؤذن کا دو مسجدوں میں اذان دینا مکروہ ہے۔

سوال: ایسے لاکٹ جس پر اللہ کا نام ہو ان کو پہن کر بیت الخلاء جا سکتے ہیں؟

جواب: جس لاکٹ پر اللہ کا نام لکھا ہو اس کو پہن کر بیت الخلاء میں نہیں جانا چاہئے اس کو اتار کر جائیں۔

سوال: کیا خواتین کے لئے ہر قسم کی کلائی گھڑی پہننا جائز ہے؟

جواب: ہاں خواتین کے لئے ہر قسم کی کلائی گھڑی پہننا جائز ہے۔

سوال: بعض لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ سجدے میں جاتے ہوئے پائے جامہ اوپر کھینچتے ہیں ایسا کرنا کیسا ہے؟

جواب: ایسا کرنا بلا ضرورت مکروہ ہے، اگر کبھی کبھار ضرورت ہو تو گنجائش ہے۔

سوال: اذان کے وقت وضو کرنا کیسا ہے؟

جواب: اگر وقت میں گنجائش ہو تو اذان کا جواب دے پھر وضو کرے اور اگر وقت تنگ ہو تو اذان کی حالت میں وضو کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

سوال: کیا تکبیر امام کی داہنی طرف سے کہنی چاہئے؟

جواب: تکبیر کے لئے کوئی جہت متعین نہیں ہے۔

سوال: مصنوعی دانت لگا کر وضو ہو جاتا ہے یا ان کا نکالنا ضروری ہے؟

جواب: دانت نکالنے کی ضرورت نہیں ہے ان کے ساتھ وضو درست ہے۔

☆☆☆☆☆

اعلان مفقود الخبر

مدعیہ: زرینہ بانو بنت شفیق احمد ساکن پورے گنیشی ڈاکخانہ سیورا ضلع سلطان پور

بنام

مدعی علیہ: منور احمد ولد دوست محمد ساکن بلا پور ڈاکخانہ منگرولی ضلع سلطان پور

اطلاع بنام مدعی علیہ

باعث تحریر یہ ہے کہ مدعیہ زرینہ بانو بنت شفیق احمد نے آپ کے خلاف یہاں دار القضاء میں نان ونفقہ نہ دینے، حقوق زوجیت نہ ادا کرنے نیز عرصۂ دراز سے غائب رہنے کی بناء پر فسخ نکاح کا دعویٰ دائر کیا ہے۔ مقدمۂ ہٰذا کی اگلی تاریخ پیشی مورخہ ۸؍جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ مطابق ۵؍جولائی ۲۰۰۶ء بروز بدھ بوقت ۳؍بجے دن مقرر کی گئی ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں تاریخ پیشی مذکور پر دار القضاء حاضر ہوں تاریخ مذکور پر اصالۃً یا وکالۃً پیروی نہ پائے جانے کی صورت میں مقدمۂ ہٰذا یکطرفہ طور پر فیصل کیا جا سکتا ہے۔ فقط

محمد مستقیم ندوی

شریک قاضی مرکزی دار القضاء اتر پردیش

پوسٹ باکس ۹۳، ندوۃ العلماء لکھنؤ

ضروری اعلان

حضرت مولانا عبد اللہ عباس ندوی رحمۃ اللہ علیہ پر "تعمیر حیات" کا خصوصی مجلّہ

"مولانا عبداللہ عباس ندوی" نمبر

انشاء اللہ وسط جون تک منظر عام پر آ جائے گا۔

یہ خصوصی نمبر مولانا کی شخصیت، ان کے اوصاف وکمالات اور ان کی حیات وخدمات پر مشتمل ہوگا

اس درمیان تعمیر حیات کے دو شمارے ۱۰؍جون و ۲۵؍جون شائع نہ ہو سکیں گے۔

ایجنٹ حضرات پیشگی رقم روانہ کر کے اپنی کاپیاں محفوظ کرا لیں۔ اسٹاک محدود ہے۔

(ادارہ)

مولانا مجیب اللہ ندویؒ

حیات وعلمی خدمات

از: منور سلطان ندوی

دار المصنفین کے علمی گہوارہ سے اور سید الطائفہ علامہ سید سلیمان ندویؒ کے فیاض ہاتھوں اور ان کی فیض صحبت سے اصحاب قلم وقرطاس کی ایک بڑی جماعت تیاری ہوئی تھی، جو بعد میں آسمان علم کے ماہتاب وآفتاب اور اپنے اپنے فن کے درخشاں ستارے ثابت ہوئے، اس اخوان الصفا اور بزم شبلی وسلیمانی کے چند مہر وماہ اب بھی دنیائے علم کے افق پر گاہے گاہے چمکتے نظر آتے ہیں، ان ہی سیارگان علم ومعرفت میں ایک اہم نام حضرت مولانا مجیب اللہ ندوی کا بھی تھا، افسوس کہ علم وفقہ کا یہ درخشاں ستارہ ۱۲؍مئی مطابق ۱۳؍ربیع الثانی کو ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔

غازی پور ضلع کے ایک گاؤں کسمی خورد کے ایک دین دار گھرانے میں ۴؍جنوری ۱۹۱۸ء کو آپ کی پیدائش ہوئی، والد محترم جناب شیخ حبیب اللہ صاحب مرحوم پولیس ڈپارٹمنٹ کے ملازم اور صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے، اخیر عمر میں فریضہ حج کی سعادت بھی پائی تھی۔

ابتدائی تعلیم گھر پر شروع ہوئی، پھر اسکول میں داخل ہوئے، آپ کے والد چوں کہ پولیس کے دیوان اور پھر نائب داروغہ کے منصب پر تھے، جس کی وجہ سے اکثر وبیشتر ان کا تبادلہ ہوتا رہتا تھا اور اس طرح مولانا کی تعلیمی زندگی بھی مختلف مکاتب، اسکول اور مدارس میں دائر رہی اور مختلف جگہوں کی تبدیلی کی وجہ سے کافی تاخیر سے ۱۹۳۵ء میں بہار کے ایک علاقہ الکھنی میں حافظ عبد العزیز صاحب کے پاس حفظ قرآن مکمل کیا۔

حفظ قرآن کی تکمیل کے بعد اگست ۱۹۳۵ء میں عربی تعلیم کے لئے مدرسہ مظہر الاسلام بنارس میں داخلہ لیا اور صرف ابتداء کے چار مہینوں میں فارسی کی پہلی سے گلستاں وبوستاں تک کی ساری کتابیں ختم کر لیں اور بعد رمضان عربی کے اسباق شروع ہوئے، یہاں آپ نے مولانا عمر صاحب مرحوم، مولانا کوثر ندوی مرحوم اور مولانا سعید صاحب مرحوم وغیرہ سے مختلف فنون کی ابتدائی کتابیں پڑھیں، اسی زمانہ میں مولانا کوثر ندویؒ کے ذریعہ علامہ شبلی اور علامہ سید سلیمان ندوی سے آشنائی ہوئی پھر عربی درسیات کے ساتھ مطالعہ کی طرف رغبت بڑھی اور علامہ شبلیؒ کی "موازنہ انیس ودبیر"، "سیرۃ النبی" اور "خطبات مدراس" کا مطالعہ کیا، اس کے علاوہ علامہ اقبال کے کلام کا مجموعہ "بانگ درا" اور "شکوہ جواب شکوہ" کو زبانی یاد کیا، جس کے نتیجہ میں ہر فن سے شد بد ہو گئی۔

مدرسہ مظہر الاسلام بنارس میں ہی دار العلوم ندوۃ العلماء سے واقفیت ہوئی اور پھر اس عظیم الشان ادارہ میں تعلیم حاصل کرنے کی امنگیں دل میں کروٹ لینے لگیں، چنانچہ اکتوبر ۱۹۳۹ء میں لکھنؤ کا سفر کیا، یہ رمضان کا مہینہ تھا، بڑی صعوبتوں کے ساتھ بقیہ ایام گزارے، پھر ۵؍شوال کو ندوۃ العلماء میں داخلہ ہوا، اور پھر یہیں سے اپنی سنہری زندگی کا آغاز کیا، اس وقت دار العلوم میں بڑے بڑے اساتذہ اور ماہرین فن موجود تھے، جن سے آپ نے اکتساب فیض کیا، اس استفادہ کا ذکر کرتے ہوئے خود رقمطراز ہیں:

"علمی اعتبار سے سب سے زیادہ فائدہ راقم الحروف کو مولانا شبلی فقیہ مرحوم، شاہ حلیم عطا مرحوم اور مولانا ناظم ندوی مرحوم سے پہنچا اور عملی زندگی میں سب سے زیادہ اثر مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ کا پڑا، مولانا شاہ حلیم عطاء صاحب علم کا پہاڑ تھے، ان کو حدیث وتاریخ کی صفحہ کی صفحہ عبارتیں زبانی یاد تھیں، ان کی صحبت میں رہ کر ندوہ کے کتب خانہ کی ہر فن کی امہات الکتب سے واقف ہو گیا تھا، اس علم بالفہرست سے جس پر مولانا بہت زور دیا کرتے تھے یہ فائدہ ہوا کہ دار المصنفین آیا تو میرے لئے یہاں کا کتب خانہ جانا پہچانا محسوس ہوا"۔

اس دانش کدہ علم وعرفاں سے آپ نے تقریباً پانچ سالوں تک خوشہ چینی کی اور اپنے دامن کو علم ومعرفت کے پھولوں سے بھرتے رہے، پھر ۱۹۴۳ء میں فضیلت کی تعلیم مکمل اور سند فراغت حاصل کیا، اس مدت میں آپ وسعت مطالعہ اور علمی گیرائی کے ساتھ قلم وقرطاس کے گوہر سے بھی آراستہ ہوئے، اسی زمانہ میں غزوۂ موتہ کے بارے میں ایک مضمون لکھا تھا، جس کی حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ نے بڑی تحسین فرمائی اور پھر رسالہ برہان میں چھپنے کے لئے بھیج دیا۔

مولانا ابھی دار العلوم میں زیر تعلیم ہی تھے

اور امتحان کے دو پرچے بھی باقی تھے کہ سید صاحب کا گرامی نامہ موصول ہوا کہ ”امتحان کے بعد تم سیدھے دارالمصنفین آجاؤ، تم ہمیں قرآن سناؤ اور میں تمہیں قرآن پڑھاؤں“، اس لئے امتحان کے بعد حسب حکم ۱۴؍نومبر ۱۹۴۴ء کو دارالمصنفین چلے آئے اور پھر ۱۹۶۶ء تک اس میکدۂ شبلی سے وابستہ رہے، یہاں سید صاحبؒ کا انداز تربیت نرالا تھا، اصل مراجع سے استفادہ کے ساتھ مختلف فنون سے حوالے تلاش کرواتے، پھر ان کے مطالب بھی پوچھتے اور بعد میں اس کی وضاحت فرماتے، اسی طرح مختلف موضوعات پر مضامین لکھواتے اور اس کے نوک و پلک درست کرکے قلم پکڑنے کا ہنر سکھاتے۔

شروع میں آپ نے سید صاحبؒ سے ”مسلم الثبوت“ اصول فقہ میں اور اس کے علاوہ کچھ اور کتابیں بھی پڑھیں، پھر سید صاحبؒ کے مشورے سے مطالعہ کے ذریعہ علمی و قلمی استعداد کو مضبوط کرتے رہے، لیکن اصل چیز جو سید صاحبؒ سے حاصل ہوئی وہ قلمی لیاقت تھی، سید صاحبؒ کے فیض صحبت سے نہ صرف قلم پکڑنا سیکھا بلکہ اس میں بڑی جلاء ملی اور ان ہی کی کیمیا، اثر نظر کا نتیجہ تھا کہ دارالمصنفین کے دور قیام میں ہی آپ کی تین ضخیم کتابیں منظر عام پر آگئیں اور معارف کے صفحات میں درجنوں مضامین شائع ہوئے۔

تعلیمی وملی خدمات

۷؍مارچ ۱۹۶۲ء میں آپ نے اعظم گڑھ شہر میں ایک مرکزی دینی ادارہ جامعۃ الرشاد قائم کیا اور پھر اپنی شبانہ روز محنت اور حوصلہ ولگن سے جلد ہی اسے ترقی کی بلندی تک پہنچا دیا، فی الحال یہ جامعہ مختلف شعبہ جات پر مشتمل ہے، جس میں عالمیت تک کی عربی تعلیم ہوتی ہے، لڑکیوں کی مکمل تعلیم کا مستقل نظم ہے، پرائمری اور سکنڈری اسکول بھی قائم ہیں، مولانا مدظلہ ہی اس جامعہ کے بانی ناظم و ذمہ دار رہے اور یہیں سے آپ کا علمی قافلہ اور تصنیفی کارواں آگے بڑھتا رہا ہے۔

جامعہ کے قیام کے بعد آپ نے اس کے زیر اہتمام دارالافتاء اور دارالقضاء قائم کیا اور ابتدائی پندرہ سالوں تک مفتی و قاضی کی ساری ذمہ داری خود ہی ادا کرتے رہے۔

تعلیم کے ساتھ ملی کاموں میں بھی ہمیشہ پیش پیش رہے، حضرت قاضی مجاہدالاسلام قاسمیؒ نے جب آل انڈیا ملی کونسل قائم کیا تو اس کے ایک متحرک و ذمہ دار رکن آپ بھی تھے۔ اسی طرح مسلم پرسنل لاء بورڈ اور اسلامک فقہ اکیڈمی کی سرگرمیوں میں بھی اکثر شریک رہتے اور ان ادارہ کے ذمہ داروں کا دست وبازو بنے رہتے تھے۔

علمی خدمات

آپ کو شروع سے ہی لکھنے کا خاص ذوق ملا ہے، جس کا ظہور زمانہ طالب علمی میں ہی ہو چکا تھا، پھر بعد فراغت دارالمصنفین جیسا علمی ادارہ اور علامہ سید سلیمان ندویؒ جیسا خضر راہ اور رہبر کامل ملا، جس سے آپ کی خوابیدہ صلاحیتوں میں بڑا نکھار پیدا ہوا اور قلم رواں ہوگیا، جس کا اعتراف بہت سے اہل علم و دانش کر چکے ہیں۔

اب تک آپ کے قلم سے پچیس سے زائد کتابیں منظر عام پر آکر خراج تحسین وصول کر چکی ہیں، ان کتابوں کا بڑا حصہ فقہی موضوعات سے متعلق ہے، جس میں سرفہرست اسلامی فقہ ہے، جو تین ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے اور جو اپنی وسعت، فقہی جزئیات اور شرعی مسائل کے اعتبار سے علم فقہ کا انسائیکلو پیڈیا ہے۔ اس کے علاوہ فقہ اسلامی اور دور جدید کے مسائل، اجتہاد اور تبدیلی احکام، اسلام کے بین الاقوامی اصول وتصورات، فتاویٰ عالمگیری اور اس کے مولفین، اسلام کا قانون اجرت، مسئلہ کفاءت، عبادت وخدمت، خطبۂ نکاح ایک اہم معاشرتی ہدایت، ثبوت رحم، اسلامی تعلیم (چار جلدیں) دینی مدارس اور اس کی ذمہ داریاں اہل کتاب صحابہ و تابعین، تبع تابعین، قرآن پاک کی تعلیم اور اس کی عظمت، یہودی حکومت اور مغربی ملکوں کی سیاست، سرمد اور ان کی رباعیات وغیرہ آپ کی اہم اور وقیع علمی یادگاریں ہیں جو فقہ اسلامی کے علمی سرمایہ میں گرانقدر اضافہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔

آپ کا اختصاصی موضوع فقہ اسلامی تھا چنانچہ اس فن پر نہ صرف پوری دسترس حاصل تھی بلکہ اس کی کلیات وجزئیات پر بھی گہری نظر رکھتے تھے، فقہی موضوعات پر آپ نے جو گراں قدر کارنامہ انجام دیا ہے، اس میں فقہی بصیرت کے ساتھ آپ کی محققانہ و مجتہدانہ شان بھی نمایاں ہے۔

آپ کے لکھنے کا انداز بڑا پیارا ہوتا ہے، اسلوب اتنا سلجھا اور آسان اختیار کرتے ہیں کہ ہر شخص آسانی کے ساتھ اس کو سمجھ سکے، پھر خالص فقہی اصطلاحات کو بھی آپ آسان اردو میں منتقل کر دیتے ہیں، جس کی وجہ سے قاری کے لئے بڑی سہولت فراہم ہو جاتی ہے۔

آپ ان ہی مسائل کو اپنی تحقیق کا موضوع بناتے تھے جو وقت کی اہم ترین ضرورت ہوتی تھی، پھر اس تقاضہ کو اپنے قلمی جوہر سے دو آتشہ بنا دیتے، اس لئے آپ کی ساری تصنیفات ارباب فن اور اکابر علماء سے خراج تحسین وصول کر چکی ہیں، آپ کی ایک اہم تصنیف ”اجتہاد اور تبدیلی احکام“ جب اہل شوق کے ہاتھوں میں پہنچی تو عالم اسلام کی مایہ ناز ہستی مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے فرمایا تھا کہ ”پورے ندوہ کی طرف سے

آپ فرض کفایہ ادا کر رہے ہیں“۔

اسی طرح مشہور مفسر قرآن مولانا عبدالماجد دریابادیؒ نے یہ کہہ کر مبارکباد پیش کی کہ ”پوری امت کی طرف سے آپ فرض کفایہ ادا کر رہے ہیں“۔

آپ کی دوسری کتاب ”اسلام کے بین الاقوامی اصول وتصورات“ پر مقدمہ لکھتے ہوئے مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور کے ڈائرکٹر جناب سید محمد متین ہاشمی صاحب لکھتے ہیں:

”مولانا کی تحریر میں سب سے بڑی خوبی سلاست اور روانی کے ساتھ اور جلیغی (Originality) اور اہم ترین موضوعات پر تحقیق ہے، مولانا موصوف گھسے پٹے موضوعات پر نہیں چلتے، بلکہ ہمیشہ ایسے موضوعات پر قلم اٹھاتے ہیں جس پر دور حاضر کے کسی محقق کی نظر نہ گئی ہو، اس طرح تحقیق کا نیا باب وا ہوتا ہے اور نئی نسل کے اسکالرز کو کام کرنے کے مواقع میسر ہوتے ہیں اور ان کے جذبہ کو مہمیز ملتی ہے“۔

آگے مولانا کی مجتہدانہ شان کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”اس مقالہ کے بارے میں اگر میں یہ کہوں تو حق بجانب ہوں گا کہ اس کی حیثیت مجتہدانہ ہے، یعنی ہمارے دینی لٹریچر میں ایک نئے شعبے کا آغاز ہے، بین الاقوامی تعلقات کے موضوع پر کوئی کتاب کم از کم میری نظر سے نہیں گذری، یہ کتاب یقیناً وحتماً اردو میں پہلی کتاب ہے“۔

مولانا نے فقہ کے جدید وقدیم ہر طرح کے موضوع پر قلم اٹھایا ہے اور خوب دل کھول کر لکھا ہے، اس تحقیق میں فقہ کے بنیادی ماخذ، فقہاء کے دلائل اور زمانہ کے عرف وعادت اور مصالح سب کو سامنے رکھ کر کوئی رائے قائم کرتے ہیں، اس کی وجہ سے متعدد مسائل میں فقہاء متاخرین سے اختلاف بھی کیا ہے اور بسا اوقات ائمہ ثلاثہ کے کسی مرجوح قول کو دلائل کی روشنی میں راجح بھی قرار دیا ہے۔

لیکن اسی کے ساتھ جہاں جہاں آپ نے فقہاء کے مسالک میں تطبیق دینے کی کوشش کی ہے یا کسی مسئلہ میں اپنی رائے الگ قائم کی ہے، وہاں یہ ضرور صراحت کر دیا ہے کہ ”یہ میری رائے ہے، جو مذکورہ دلائل پر مبنی ہے، اگر کسی کو میری رائے سے اختلاف ہو تو ضرور اپنے دلائل لکھ کر بھیجیں، میں اپنی رائے سے رجوع کرنے میں ایک لمحہ کی تاخیر بھی نہیں کروں گا“۔

علمی وتحقیقی ذوق کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ہمت وجرأت کی دولت بھی عطا فرمائی تھی، ملکی و بین الاقوامی مسائل کے متعلق جب اظہار حق کی بات آتی تو آپ کی زبان کبھی خاموش نہیں رہتی، بلکہ پوری بے باکی کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار کرتے اور اس سلسلہ میں کسی طعن وتشنیع کی پرواہ نہیں کرتے تھے، آپ کی دور اندیشی، حقیقت پسندی اور حساس مسائل میں جرأت وحمیت اسلامی کی مثالیں ماہنامہ الرشاد کے اداریوں میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

آپ شبلی وسلیمانی دبستان فکر کے بہترین مثال و ترجمان تھے، اپنے مادر علمی ندوۃ العلماء سے گہرا تعلق رکھتے تھے، عرصہ تک ندوۃ العلماء کے مجلس انتظامی کے بحیثیت مہتمم رکن بھی رہے، سید الطائفہ سید سلیمان ندویؒ اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ سے باضابطہ اکتساب فیض کا موقع ملا، پھر علمی تربیت بھی انہی بزرگوں کے ہاتھوں ہوئی، خصوصاً علامہ سید سلیمان ندوی کی تربیت کو ہمیشہ یاد کرتے، ان کے شفقت آمیز جملوں کو دہراتے اور کہتے کہ ان میری علمی زندگی میں ان جملوں نے بڑا فائدہ پہونچایا، اپنے استاد ومربی کی یاد میں آپ نے ۱۹۹۰ء میں ایک سیمینار بھی کرایا تھا، جس کے مقالات ”افکار سلیمانی“ کے نام سے مرتب فرما کر شائع فرمایا، اسی طرح اپنے استاد کے استاد علامہ شبلی کے بھی بڑے عقیدت مند تھے، علامہ شبلی وعلامہ سید سلیمان ندوی کے انداز تحقیق اور اسلوب نگارش کے مکمل ترجمان ووکیل تھے، جب بھی ندوی فضلاء سے کچھ کہنے کا موقع ملتا تو شبلی وسلیمانی اسلوب تحریر کو اختیار کرنے کی طرف انہیں ضرور متوجہ کرتے، آپ اس کے لئے بڑے فکرمند تھے کہ ندوی طلبہ کی تحریروں میں شبلی وسلیمانی اسلوب کا عکس نظر نہیں آتا ہے۔

الغرض مولانا مجیب اللہ ندوی ہمہ جہت شخصیت کے مالک اور بہت سی خوبیوں کے حامل تھے، تعلیم اور تصنیف وتحقیق میں آپ نے جو مثال قائم کی ہے وہ ہمیشہ سنہرے حرفوں سے لکھا جائے گا، ندوہ و دبستان فکر کے جو چشم وچراغ ابھی باقی ہیں ان میں علم وفن اور تعلیمی وملی سرگرمیوں کے اعتبار سے بلند حیثیت رکھتے تھے، آپ کی موت نہ صرف ابناء ندوہ اور علمی دنیا بلکہ پوری ملت کے لئے عظیم خسارہ ہے۔

”آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے“

☆☆☆☆

مولانا علیہ الرحمہ پر خصوصی مضمون
انشاء اللہ جولائی کے شمارہ میں
شائع ہوگا۔

دعائے مغفرت

دارالعلوم کے استاذ مفتی محمد طارق ندوی کو صدمہ جناب مفتی محمد طارق ندوی صاحب کے بہنوئی ارشاد عالم صاحب کا ۳۵ رسال کی عمر میں ۱۹؍مئی ۲۰۰۶ء بروز جمعہ حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون مرحوم علماء اور خصوصاً دارالعلوم ندوۃ العلماء سے خاص تعلق رکھتے تھے، قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

تجزیہ

ہے نزع کی حالت میں یہ تہذیب جواں مرگ

(تہذیبی خودکشی کی طرف اسرائیل کے بڑھتے قدم)

از: .... سلمان نسیم ندوی

صیہونیت نے تہذیب وتمدن کے پردہ میں عالمی معاشرہ کو جنسی انارکی، اخلاقی اور روحانی لحاظ سے دیوالیہ بنانے کا جو پروگرام مرتب کیا تھا وہ آج خود اس کے وجود کو کھوکھلا کر رہا ہے، انہیں اپنی اس غلطی کا احساس بھی ہو چکا ہے۔

اسی کی بیتاب بجلیوں سے خطر میں ہے اس کا آشیانہ

۱۸۹۷ء جب دنیا نئی کروٹ لے رہی تھی اور یورپ نشأت ثانیہ کے مرحلہ سے گذر رہا تھا، یہودیوں کے منتخب اور ممتاز دانشور ایک جگہ جمع ہوئے اور سوئزرلینڈ کے مقام "برن" پر کئی ماہ تک اجتماعات ہوتے رہے جس میں صیہونیت کے عالمی غلبہ کے لئے لائحہ عمل اور طریقہ کار متعین کیا گیا، دستاویز مرتب کی گئی اور عادت کے مطابق اس دستاویز بلکہ کانفرنس کی تمام کارروائی کو خفیہ رکھا گیا، یہ دستاویز منظر عام پر کیسے آئی اس کی الگ داستان ہے، البتہ جو عنوانات اس دستاویز کی روح ہیں اور جوہری ومرکزی حیثیت رکھتے ہیں اجمالا ان کا یہاں تذکرہ مناسب ہے:

۱۔ عوام میں انارکی کا فروغ۔

۲۔ شراب نوشی اور نشہ آور چیزوں کا پھیلانا۔

۳۔ اقوام عالم کو خواہ وہ مشرقی ہوں یا مغربی، تعلیمی میدان میں گمراہ کرنا اور ایسا نظام تعلیم مرتب کر کے رائج کرنا جس میں خدا پرستی کی جگہ خدا بیزاری، مادہ پرستی، جنسی انارکی، قمار بازی کی تعلیم دی جائے۔

یہ اور اس طرح کے دوسرے مقاصد جن کا مفصل تذکرہ اس دستاویز میں جس کو نام "بروتوکولات حکماء صہیون" (پروٹوکول) رکھا گیا، اس میں موجود ہے، ان کو پورا کرنے کے لئے صیہونی کارپردازوں نے یہ ضروری سمجھا کہ ان کو تین چیزوں پر اپنا قبضہ حاصل کرنا ہوگا:

☆ بینک پر قبضہ۔

☆ صحافت پر مکمل کنٹرول۔

☆ ثقافتی وتحقیقی اداروں کا قیام۔

بینک پر کنٹرول سے ان کا مقصد یہ تھا کہ پوری دنیا کو اپنے سامنے ہاتھ پھیلانے پر مجبور اور اپنے چشم وابرو کا پابند کرلیں، صحافت پر قبضہ سے ان کا پروگرام یہ تھا کہ اس کے ذریعہ سے ایسا لٹریچر پیدا کیا جائیگا جو ذہن وفکر کو مسموم اور مفلوج کردے نیز جنسی خواہشات کو ابھار کر لذتیت اور نشہ کے دلدل میں پوری دنیا کو دھنسا دیا جائے۔ ثقافتی اداروں کے قیام سے ان کی غرض یہ تھی کہ ایسا ادارہ قائم کیا جائیگا جو دینی روح کو جڑ سے اکھاڑ پھینک دے۔

اس دستاویز کے منظر عام پر آنے کے بعد تمناس کی ایک عدالت نے ان خطرناک اور ناپاک عزائم کو دیکھتے ہوئے یہ فیصلہ تحریر کیا تھا:

"اگر فری میسن کے اس دستور، قواعد اور لائحہ عمل کو صحیح مان لیا جائے تو پھر معاشرہ میں جینے کا حق صرف یہودیوں کو حاصل ہوگا، غیر یہودیوں کے لئے اس دنیا میں کوئی گنجائش نہیں ہے، اس دستاویز سے تمام ادیان ومذاہب اور تہذیب کا کلی طور پر خاتمہ کی نشاندہی ہوتی ہے"

اس دستاویز کو آج تقریبا دو صدی سے زائد عرصہ ہو چکا ہے، قوموں کے عروج وزوال پر جن کی نظر ہے وہ اس مدت کو ایک بڑے انقلاب کے لئے کافی سمجھتے ہیں، اس خونی اور شیطانی دستاویز پر صدی گذر جانے تک دنیا کے افق پر بہت سے انقلابات رونما ہوئے ہیں، ان میں یہ انقلاب بھی شامل ہے کہ جن دماغوں نے اس دستاویز کو اس لئے ترتیب دیا تھا کہ اس سے دنیا میں جینے کا حق صرف انہیں کو حاصل ہو اور دوسرے افراد کو معاشرتی، اخلاقی، دینی اور روحانی خودکشی کرنے پر مجبور ہو جائیں لیکن "چاہ کن را چاہ درپیش" کے مصداق انہیں کی قوم اس خودکشی کی طرف کشاں کشاں بڑھتی چلی جا رہی ہے، اسرائیل کی سرزمین جو جنت بنا کر پیش کی گئی تھی اور آباء واجداد کی میراث قرار دی گئی تھی وہی اسرائیل خاندان کی تباہی، اخلاقی انارکی، بدامنی، بےچینی، بے اعتمادی، تشدد، حتی کہ مذہب اور اس کے تقاضوں سے کھلم کھلا بغاوت کی سرحدوں کو پار کر رہا ہے، جس سازشی جال میں اس نے عالم کو جکڑنے کی سازش رچی تھی اس میں وہ خود اپنے آپ کو بےبس محسوس کر رہا ہے اسکی شہادت اسرائیلی میڈیا کے بیانات اور جائزہ دے رہے ہیں۔

رپورٹ کے مطابق صرف ایک سال کے عرصہ میں ۳۳/ ہزار ایسے کیسز سامنے آئے ہیں جن میں نوجوانوں کے جنسی تشدد، اسکول وکالجز میں اساتذہ پر حملہ اور قتل وخونریزی کے واقعات شامل ہیں، ایک ریسرچ کے مطابق ۳۰ ہزار صیہونی ہیروئین کے عادی ہیں جبکہ ۶۰ ہزار افراد ایسے ہیں جو ہر طرح کے خطرناک منشیات اور ڈرگس کے عادی ہیں۔

تازہ رپورٹ کے مطابق اسرائیلی کالجوں اور مدارس میں نشہ خوری کا رجحان حیرت انگیز طور پر بڑھ رہا ہے، تقریباً ۳۷% فیصد اسٹوڈنٹ شراب نوشی کے عادی ہیں، ۸۰% فیصدی ایسے طلبہ ہیں جو ہر شام ۶/ جام سے زیادہ حلق سے نیچے انڈیلتے ہیں، ۱۹۹۹ء کے ایک جائزہ کے مطابق ۳۰/ فیصد کمسن نوجوان شراب کا کاروبار کرتے ہیں، ۱۹۹۸ء میں ۴۱۷/ ایسے کیس ریکارڈ کئے گئے جن میں نوجوانوں کو غیر قانونی طور پر منشیات کا کاروبار کرتے ہوئے پکڑا گیا ۱۹۹۹ء میں یہ تعداد بڑھ کر ۵۵۶/ ہو گئی۔

رپورٹ کے مطابق ۵۰% فیصد اسٹوڈنٹ جن کی عمر ۶ سے ۱۰ کے بیچ میں ہوتی ہے وہ تشدد کے کسی نہ کسی واقعہ میں ملوث پایا جاتا ہے، ۶۰% فیصد سے زیادہ اسٹوڈنٹ غنڈہ گردی کے واقعات انجام دیتے ہیں، ۱۵% سے ۲۰% فیصد طلبہ وہ ہوتے ہیں جن کی مجرمانہ کارروائیاں تشدد کے حدوں سے گذر جاتی ہیں، ۱۲/ فیصد طلبہ ایسے ہوتے ہیں جو آپسی بحث ومباحثہ میں اس درجہ آگے نکل جاتے ہیں کہ انہیں طبی سہولیات فراہم کرنی پڑتی ہے۔

"ھاٹسوفیہ" نامی ایک میگزین نے تعلیمی اداروں اور ثقافتی مراکز کی اس زبوں حالی پر ایک خاص مضمون شائع کیا جس کا عنوان تھا "اسکول یا میدان جنگ؟":

اس میں یہ انکشاف کیا گیا ہے کہ اسکول وکالجز میں تشدد کے یہ واقعات اسرائیلی معاشرہ میں تشدد پسندی کے مزاج اور ان واقعات کے سلسلہ میں مجرمانہ غفلت کا نتیجہ ہیں"

ہیروئین ایسی بلا ہے کہ جس کے منھ سے ایک بار لگ جائے پھر ظالم چھوٹتی نہیں، دیمک کی طرح انسان کے جسم چاٹتی اور کمزور کرتی رہتی ہے یہاں تک کہ وہ امراض کا مجموعہ بن کر رہ جاتا ہے، ستم بالائے ستم یہ ہے کہ ہیروئین کا نشہ کرنے والوں میں صرف ۲۰/ فیصدی کو علاج ومعالجہ کی سہولیات دستیاب ہوتی ہے اور ان ۲۰/ فیصد میں بھی صرف ۲۰/ فیصد ہی کا علاج کامیاب ثابت ہو پاتا ہے اور باقی لوگ آہستہ آہستہ تباہی وبربادی کے دلدل میں اترتے چلے جاتے ہیں۔

رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا ہے نشہ آور اشیاء کے استعمال کرنے والوں میں ۴۰/ فیصد عورتیں ہیں جبکہ عورتوں کو اس بری بلا سے محفوظ رکھنے اور متاثرہ خواتین کے علاج ومعالجہ کا کوئی معقول انتظام سرے سے موجود نہیں ہے، رپورٹ میں یہ تکلیف دہ انکشاف بھی کیا گیا ہے کہ جو عورتیں نشہ استعمال کرتی ہیں وہ عموما نشہ آور اشیاء کا انتظام اپنا جسم بیچ کر کرتی ہیں اور ان کے جسم کے سوداگر وہی ہوتے ہیں جو نشیلی چیزیں فروخت کرتے ہیں، ان میں سے اکثر ایسی ہوتی ہیں جو اس چکر میں پھنس کر کم عمری ہی میں جنسی زیادتی کی بھینٹ چڑھ چکی ہوتی ہیں۔

"حیفا" یونیورسٹی کے ایک پروفیسر کے تجزیہ کے مطابق جرائم کے اس بڑھتے رجحان میں میڈیا کا سب سے زیادہ ہاتھ ہے جو جنسی آوارگی کے عملی مناظر اور تشدد کے طریقوں کو گھر گھر پہونچانے کا کام کر رہا ہے۔ اسرائیلی فوج کے ایک اعلی عہدہ دار نے بھی معاشرتی ڈھانچے کے کھوکھلا پن اور اخلاقی بگاڑ میں میڈیا کو اصل محرک تسلیم کیا ہے، انھوں نے اعتراف کیا کہ ایک جگہ ایک فلم دیکھنے کے بعد اس کو عملی جامہ پہناتے ہوئے لوٹ مار کے کئی واقعات پیش آئے۔ پروفیسر "الموج" نے ان تشدد کے واقعات کے پیچھے سب سے بڑا محرک سوسائٹی کے افراد میں معاشرتی اور معاشی لحاظ سے جو خلا اور دوری ہے اس کو مانا ہے۔

ماہرین کا ایک بڑا طبقہ فلسطینی سرزمین پر قبضہ اور فلسطینیوں کے ساتھ ہر سلوک روا رکھنے کو اسکا محرک مانتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ اس صورتحال کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ ہر شہری اپنے آپ کو پولیس سمجھنے لگتا ہے اور پولیس ہی کی طرح ظلم وستم کے واردات انجام دینا چاہتا ہے اور جب کسی کی ذہنیت اسطرح تشکیل پا جاتی ہے تو اس کی یہ ذہنیت گھر اور معاشرہ میں اپنا رنگ دکھانا شروع کرتی ہے، یہی حال پولیس کے نوجوانوں کا ہے وہ فلسطینیوں پر تارچر کرنے کے لئے تشدد کے آلات استعمال کرتے ہیں اور اپنی بات منوانے کی ذہنیت کو فروغ دیتے ہیں، دشمن کی طرف سے جن جانی اور مالی نقصان سے وہ دوچار ہوتے ہیں اس سے وہ ایک ذہنی دباؤ میں رہنے لگتے ہیں یہ سب صورتحال اس وقت گل کھلاتی ہیں جب وہ گھر لوٹتے ہیں اور نتیجہ تشدد کے واقعات پیش آتے ہیں۔

اسرائیل کی عائلی زندگی تقریبا تباہ ہو چکی ہے، رپورٹ کے مطابق ہر تیسری شادی کا انجام طلاق اور خاندان کے بکھرنے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، ۱۹۹۰ء کے بعد سے طلاق کی شرح میں ۱۵% فیصد اضافہ ہی ہوا ہے، طلاق کے مسئلہ میں "تل ابیب" کا پلڑا سب سے زیادہ بھاری ہے، ۱۹۹۹ء میں ۳۰۱۶/ طلاق کے واقعات پیش آئے یہ تناسب ۱۹۹۸ء کے مقابلہ میں ۲۰% فیصد زیادہ ہے۔

کنواری ماں تو یورپ کی خاص دین اور شان امتیازی ہے، لیکن خطرناک بات یہ ہے کہ اسرائیل میں ۵۰% معصوم بچے گھر کے اندر ہی جنسی ہوس کے شکار ہو جاتے ہیں، گھر سے باہر جنسی زیادتی کے شکار ہونے والے بچوں میں پہلے کے مقابلہ میں اب ۲۵% فیصد اضافہ ہو گیا ہے۔

تحریک انتفاضہ کے وجود میں آتے ہی اسرائیل کا بدترین دور شروع ہو چکا تھا، جوں جوں وقت گذرتا گیا اسرائیلی عوام کو شدت سے یہ احساس ہوتا گیا کہ اسرائیل میں اب ان کے لئے چین کی نیند حرام ہو چکی ہے، چنانچہ ملک چھوڑنے کا رجحان وجود میں آیا، تین سال پہلے تک کی سرکاری رپورٹ کے مطابق ۸ لاکھ یہودی اسرائیل چھوڑ کر دوسرے ملکوں میں جا کر بود وباش اختیار کر چکے تھے، جبکہ اسرائیل کی طرف ہجرت کرنے والوں کی تعداد روز بروز گھٹ رہی ہے، ایک موقع پر شمعون پیریز نے کہا تھا: "عظیم ترین صیہونی ریاست کے قیام کی امید دم توڑتی نظر آرہی ہیں، اسرائیلی شہری نصف زندگی یہاں گذارتے ہیں اور باقی امریکا میں" دراصل اس جملہ میں انھوں نے ایک بڑی تلخ حقیقت کا انکشاف کیا تھا کہ خود یہودیوں کو اسرائیل میں اقامت اختیار کرنے میں کوئی دلچسپی اور رغبت نہیں ہے، یہی وجہ کہ گذشتہ دہائی میں اسرائیل

ہجرت کرنے والوں میں حیرت انگیز حد تک کمی آئی ہے، جبکہ اسرائیل دوسرے ملکوں سے ہجرت کر کے آنے والوں کو ترغیب دلانے کے لئے وظائف سے بھی نوازتا ہے جو تقریباً ۱۰۰۰ ہزار ڈالر سالانہ ہوتا ہے پچھلے دنوں اسرائیل نے وظیفہ کی مدت میں ایک سال کے اضافہ کا بھی اعلان کیا تھا، سرکاری رپورٹ کے مطابق ان دنوں یہودی ارجنٹینا میں رہنے کو ترجیح دے رہے ہیں جبکہ آئندہ اس کا امکان ہے کہ ان کا مرکز شغل جنوبی امریکا، مغربی یورپ اور خصوصاً فرانس ہو۔

ٹکنالوجی سے وابستہ افراد، تاجران، کمپنی کے مالکان اور ایسے نوجوان جن کی اوسط عمر ۲۲ رسال سے ۳۰ رتک کی ہے وہ ملک چھوڑنے کو ترجیح دے رہے ہیں، ڈاکٹر شوکی جلیلمان جو وزارت تجارت کے اہم ماہرین میں شمار کئے جاتے ہیں ان کا بیان ہے کہ اگر صورتحال یہ رہی تو آئندہ ہم نوجوان نسل سے محروم ہو جائنگے، ایسی نسل جو اپنے اندر کچھ بھی کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے، کمپنی کے مالکان کا بیان ہے کہ ہمارے پاس اعلیٰ درجہ کے انجینئرز اور آفیسرز آتے ہیں اور ہم سے گذارش کرتے ہیں کہ ہمیں کسی بھی قیمت پر ملک سے باہر پہونچا دیا جائے۔

اسرائیل کی دفاعی فوج کو جس قدر سہولیات حاصل ہیں وہ ملک میں کسی کو نہیں ہے، ملک میں ان کو امتیازی حیثیت حاصل ہوتی ہے، ان کی تمام ضروریات اور مطالبوں کی بلاچوں چرا تکمیل کی جاتی ہے، لیکن اس کے باوجود اسرائیل اور عظیم تر اسرائیلی صیہونی ریاست کا خواب دیکھنے والوں کے لئے انتہائی تشویشناک بات یہ ہیکہ فوج اپنی خدمات پیش کرنے سے انکار کر رہی ہے اور کترا رہی ہے، اس کے لئے وہ جو تدبیریں بھی اختیار کر سکتے ہیں کر رہے ہیں، جنگی ماہرین کی رائے ہے کہ یہ صورتحال نہ صرف اسرائیل کی سالمیت بلکہ اس کے وجود کے لئے بھی زبردست چیلنج ہے۔

یہاں یہ سوال بالکل کیا جا سکتا ہے کہ فوجی خدمات پیش کرنے سے انکار کی وجہ کیا ہو سکتی ہے، کیا فوج کا ضمیر بیدار ہو گیا ہے؟ یا وہ ہلاکت کے خوف سے بھاگ رہے ہیں؟ یا اس کی وجہ وہ بحران ہے جو اسرائیلی ڈھانچہ کو برابر کمزور کرتا چلا جا رہا ہے؟ اگر غور کیا جائے تو یہ تمام اسباب بیک وقت اکٹھا ہیں، البتہ سب سے اہم سبب معاشرہ کا دور رجحان ہے جو "پروٹوکول" کے نتیجہ میں وجود میں آیا ہے، ۱۹۶۷ء کے بعد اس رجحان میں مزید شدت آتی چلی گئی ہے، اور قوم یہود اپنا بنیادی مقصد بھلا کر عیش و عشرت، ہوس رانی اور لذتیت ہی کو اپنا مقصد حیات سمجھ بیٹھے ہیں، وہ بھول چکے ہیں کہ وطن اور مقصد کی خاطر قربانی کس طرح دی جاتی ہے، وہ اپنی ذات میں مگن ہیں۔

انہیں اسباب میں ایک سبب وہ ظلم و بربریت بھی ہے جو فلسطینیوں پر ڈھائے جاتے ہیں، فوجیوں نے بیان دیا ہے کہ ہمیں محاذ پر اس تلقین کے ساتھ بھیجا گیا تھا کہ ان کا کام انفرادی اور قومی دفاع ہوگا، وہ ایک دفاعی جنگ لڑینگے اس لئے کہ دشمن ان کے وجود کو مٹانے پر تلے ہوئے ہیں، وہ انہیں خوابوں کے ساتھ محاذوں پر گئے، چاہے وہ غزہ پٹی کا محاذ ہو یا مغربی کنارہ کا، اور اپنے قائدین کو انہی اصولوں پر جانچنے اور پرکھنے لگے، لیکن تجربہ کے بعد ان فوجیوں کو یہ احساس ہو کہ وہ صرف ان مٹھی بھر یہودیوں کی حفاظت پر مامور ہیں جو ان کو اپنے ذاتی مقاصد کے لئے استعمال کر رہے ہیں، اور اس کی خاطر ان کو معصوم فلسطینیوں پر ظلم و ستم کا پہاڑ توڑنا پڑتا ہے، بعض فوجیوں نے بیان دیا کہ ہم نے ٹریننگ اس لئے لی تھی کہ ہم ایک افسر کی حیثیت سے کام کرینگے لیکن یہاں تو ان فاشسٹ طاقتوں کی طرح کام کرنا پڑ رہا ہے جن کا کام صرف خون بہانا اور جرائم کا ارتکاب ہے، ایک فوجی کا بیان تھا کہ میں اپنے آپ کو ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دونگا کہ بھوکے اور ننگے فلسطینی عوام کا قتل عام کروں، ہم نے فوج کی ٹریننگ جنگ کرنے کے لئے لی تھی، نہتے اور معصوم بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کے لئے نہیں۔

فوج میں یہ باغیانہ رجحان کوئی انفرادی یا چند افراد کی کوششوں کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک منظم جماعت کی شکل اختیار کرتا جا رہا ہے جن کے مطالبوں کے سامنے حکومت گھٹنے ٹیک رہی ہے، ان کا مقصد یہ ہے کہ اسرائیلی حکومت پر یہ دباؤ ڈالا جائے کہ ۱۹۶۸ء میں جن آراضی پر قبضہ کیا گیا تھا اس پر سے قبضہ ہٹایا جائے، اس فکر کے حامل افراد میں برابر اضافہ ہو رہا ہے اور غالباً یہی وجہ ہے کہ پہلے غزہ پٹی سے انخلاء عمل میں آیا پھر مغربی کنارہ سے انخلاء کا پروگرام طے کیا جا رہا ہے۔ حکومت اسرائیل کے ذہن میں ۲۰۰۰ء میں لبنان کا سبق محفوظ ہوگا جب قبضہ کے خلاف جنگ سے فوجیوں نے انکار کر دیا تھا جسکے نتیجہ میں اسرائیل کو ہزیمت اٹھانی پڑی تھی۔

آج دنیا پھر ایک نئی کروٹ لے رہی ہے، صیہونیت کا ہر فریب دنیا پر کھل چکا ہے، جس طرح نالی کے کیڑوں اور کیچوؤں کی غذا گندگی ہوا کرتی ہے اور غلاظت ہی انکی محفوظ زندگی کی ضامن ہوتی ہے اسی طرح سازش، مکر و فریب، ہر قسم کی اخلاقی و فکری غلاظت صیہونیت کی اصل محافظ ہے، لیکن یہ مکروہ چہرہ سب کو نظر آ چکا ہے، جو آشیانوں میں بیٹھ کر نسل انسانی کے شجر پر بہار پر تیشہ چلانے میں مصروف تھے آج انہیں کا آشیانہ خطرہ میں ہے، بلاشبہ یہی فطرت کا قانون ہے، اسرائیلی ڈھانچہ ٹوٹ رہا ہے، اس کا اندرونی نظام اسی کے سازشی جالوں میں الجھ رہا ہے، جس تہذیب کو اس نے عالم میں پھیلانے کی کوشش کی تھی اس تہذیب کا مرکز نزع کی حالت میں ہے، اسی لئے وہ پیچھے ہٹ رہا ہے، لیکن محتاط رہنے کی ضرورت ہے، اس لئے کہ پسپا ہونے والے وہی ہیں جنکے بارہ میں اقبالؒ نے کہا تھا:

تاک میں بیٹھے ہیں مدت سے یہودی سود خوار
جن کی روباہی کے آگے ہیچ ہے زور پلنگ

لیکن اقبالؒ کی یہ پیشن گوئی بھی ان شاء اللہ پوری ہوگی کہ:

خود بخود گرنے کو ہے پکے ہوئے پھل کی طرح
دیکھئے پڑتا ہے آخر کس کی جھولی میں فرنگ

☆☆☆☆

صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کا دورۂ بھٹکل

رپورٹ .... محمد ثاقب قاسمی ندوی

بھٹکل، ۱۷؍اپریل ۲۰۰۶ء، بھٹکل بحیرۂ عرب کے کنارہ واقع عرب قبائل پر مشتمل ایک تاریخی بستی ہے جہاں وقتاً فوقتاً اکابر امت، علماء و صلحاء کی آمد مسعود ہوتی رہتی ہے، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ چودہ بار یہاں تشریف لائے، مورخہ ۱۳؍۲؍۱۴۲۷ھ کو صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ و ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، مولانا سید واضح رشید ندوی، مولانا سید بلال حسنی ندوی نے اپنی آمد مبارک سے پھر ایک بار سرزمین بھٹکل کو رونق بخشی اور دو دن قیام فرمایا، اس دوران حضرت مولانا کی آمد سے استفادہ کے لئے تین اہم پروگرام منعقد ہوئے۔

عمائدین بھٹکل سے خطاب:

"مولانا ابوالحسن علی ندوی اسلامک اکیڈمی" کے نام سے بھٹکل میں گذشتہ چھ سال سے ایک دعوتی اور تحقیقی اکیڈمی قائم ہے، حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی اس اکیڈمی کے رکنی و سرپرست ہیں جہاں مجلس تحقیقات ندوۃ العلماء، لکھنؤ کی زیر سرپرستی مختلف دعوتی و تعلیمی سرگرمیاں انجام پاتی ہیں، ہائی اسکولس و کالجس کے مسلم طلباء کے لئے اکیڈمی کی نصابی کتب "اسلامیات" پورے ملک کے دو سو سے زائد اسکولوں میں داخل ہیں، اس کی نگرانی میں پورے ملک سے گذشتہ ماہ اسکولس و کالج کے تیرہ ہزار طلباء کے اسلامک کورس کے امتحانات ہوئے اور ان کو ڈیڑھ ہزار سے زائد سونے اور چاندی کے تمغے دیئے گئے اکیڈمی کے پورے ملک میں ڈیڑھ سو سے زائد امتحانی سینٹرس ہیں، مورخہ ۱۵؍مارچ ۲۰۰۶ء کو صبح ۱۱ بجے مولانا ابوالحسن علی ندوی اسلامک اکیڈمی کے کانفرنس ہال میں حضرت مولانا محمد رابع صاحب نے عمائدین بھٹکل سے خطاب کیا جہاں مختلف اداروں سے تعلق رکھنے والے عمائدین شہر کی ایک کثیر تعداد موجود تھی، حضرت مولانا نے دوران خطاب قوم و ملت کی ترقی کے لئے اتحاد و اتفاق کے ساتھ مل جل کر کام کرنے پر زور دیا اور فرمایا کہ: "ہمارے سامنے مستقبل ہے، یہ حال ماضی بن جائے گا اور مستقبل حال بنے گا اس لئے آپ ہی لوگوں کو مستقبل کی تعمیر کرنی ہوگی جس کے لئے آپسی اتحاد، بلند مقاصد اور مقصد کے لحاظ سے بلند حوصلے اور عزائم اور اسی قدر محنت کی ضرورت ہوگی"۔ مولانا نے یہ بھی فرمایا کہ: "ہم اقلیت میں ہیں اور ہمارے مقاصد بھی بلند ہیں، ہمیں اپنے دین، کلچر، اور اخلاق و کردار کی حفاظت کرنی ہے تاکہ یہ چیزیں دوسروں میں ضم نہ ہوں، اگر یہ چیزیں ضم ہوں گی تو ہمارا تشخص ہی نہیں ہمارا وجود بھی ختم ہو جائے گا، ہماری بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ہم امت دعوت ہیں، لہٰذا ہمیں خود کو ضم ہونے سے بچانے کے لئے اس فریضہ کو ادا کرنا پڑے گا، یہ صرف ایک فرد کا یا ایک جماعت کا کام نہیں بلکہ ہم سبھوں کی ذمہ داری ہے اور ہماری یہ بھی ذمہ داری ہے کہ ہم ان خصوصیات کو اپنی نسلوں میں بھی منتقل کریں"۔ حضرت مولانا کے خطاب کے بعد مولانا سید واضح رشید صاحب ندوی نے بھی عمائدین سے خطاب کیا اور اجتماعیت پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ: "میرے نزدیک سب سے اہم مسئلہ اتحاد کا ہے اور اسی کو سب سے زیادہ خطرہ ہے لہٰذا ہمیں فخر، فروق، اور عصبیت سے پرے ہو کر کام کرنا ہے اور اپنے مفاد پر ملت کے مفاد کو ترجیح دینی ہے"۔ جلسہ کے آغاز میں اکیڈمی کے بانی و جنرل سکریٹری مولانا الیاس ندوی نے مہمانوں کا استقبال کیا اور اس کی سرگرمیوں پر مختصر روشنی ڈالی، نظامت کے فرائض مولانا مقبول ندوی نے انجام دیئے اور مہتمم جامعہ مولانا عبدالباری ندوی نے اخیر میں تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔

جلسہ پیام انسانیت

اسی دن بعد نماز عصر جامعہ اسلامیہ کے وسیع و عریض اسمبلی ہال میں آل انڈیا حلقہ پیام انسانیت (بھٹکل یونٹ) کی جانب سے ایک جلسہ کا انعقاد ہوا جس میں حضرت مولانا نے غیر مسلم برادران وطن اور صحافیوں کے سامنے ہندوستان اور یہاں کے بسنے والوں کو درپیش مسائل اور ان کا حل اور انسانیت کی قدر و قیمت کو واضح کرتے ہوئے مختصر وقت میں بڑے ہی بلیغ خطاب سے نوازا، مولانا نے فرمایا کہ: "جس طرح ایک خاندان اور کنبہ میں کئی مختلف الطرح لوگ زندگی بسر کرتے ہیں اور اپنے کو ایک ہی خاندان تصور کرتے ہیں اسی طرح اس ملک میں رہنے والے تمام ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی کو بھی آپس میں میل ملاپ اور امن و آشتی کے ساتھ رہنا ہے، اس کے لئے ہر ایک شہری کو ملک کے فلاح اور اتحاد کی کوشش کرنی چاہئے، آج ہمیں ایک دوسرے کے مذہب کو سمجھنے کی سخت ضرورت ہے"۔ اس موقع پر جناب اے ایس پیجی صاحب (چیف ایڈیٹر روزنامہ کنڑا "وارتا بھارتی") نے بزبان کنڑا ملک کے حالات کا بخوبی جائزہ لیتے ہوئے میڈیا والوں کو صحیح بات پیش کرتے ہوئے ملک کے اتحاد کو برقرار رکھنے میں اہم رول نبھانے کی جانب زور دیا، مہمان خصوصی ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ آف پولیس مسٹر چندر شیکھر پرساد نے اپنے تاثرات کو پیش کرتے ہوئے کہا کہ: "کوئی مذہب منافرت نہیں سکھاتا بلکہ ہر مذہب نیکی کا راستہ دکھاتا ہے اسی لئے ہم کو جیو اور جینے دو کی پالیسی اپنانی ہوگی"۔ جلسہ کی صدارت جناب ڈاکٹر علی صاحب ملپا (صدر جامعہ اسلامیہ بھٹکل) نے فرمائی، نظامت کے فرائض حلقہ پیام انسانیت کے سکریٹری مولانا الیاس ندوی نے انجام دیئے، ناظم جامعہ جناب ماسٹر شفیع صاحب نے اخیر میں جمیع مہمانوں کا شکریہ ادا کیا، جلسہ کے بعد جامعہ کے خوبصورت پارک میں مہمانوں کے لئے عشائیہ کا انتظام کیا گیا تھا جہاں میڈیا والوں کی بڑی تعداد کے ساتھ ایک پریس کانفرنس بھی ہوئی۔

جلسۂ اصلاح معاشرہ

حضرت مولانا کی آمد پر اصلاح معاشرہ کے عنوان سے سلطانی مسجد کے احاطہ میں بعد نماز عشاء عوام الناس کے لئے ایک بڑے جلسہ کا انعقاد ہوا جس میں اہلیان بھٹکل کی کثیر تعداد نے شرکت کی اور مولانا کے خطاب سے استفادہ کیا، اولاً مولانا سید بلال حسنی نے عوام الناس سے دین و شریعت کے دامن کو تھامنے اور مختلف رسم ورواج سے اور معاشرہ میں پھیلے ہوئے مذموم اخلاق سے خود کو بچانے کی ترغیب دی اور مفید نصائح سے نوازا، مولانا بلال ندوی کے خطاب کے بعد حضرت مولانا رابع صاحب نے مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: "اگر ہم اپنا جائزہ لیں تو ہمیں اللہ کی جانب سے ہم پر بے انتہا انعامات اور نوازشیں ہوتی ہیں، انعامات اور نوازشوں کا شکر زبانی اور عملی طور پر ادا کرنا ضروری ہے، اللہ کی سب سے بڑی نعمت صحت ہے، اسی طرح اللہ کی جانب سے مختلف اوقات میں مختلف آزمائشیں اور تکالیف کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے یہ کوئی اتفاقی بات نہیں ہوتی بلکہ یہ اللہ کی جانب سے مقدر ہوتی ہے لہٰذا اس پر صبر کرنا بھی لازمی ہے یہ دنیا کوئی جنت نہیں یہاں تو تکالیف اور مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑے گا، البتہ یہاں صبر کریں تو پھر جنت میں ہمیشہ ہمیش کی راحت ہی راحت ہوگی، اسی لئے اللہ نے ہم کو جن انعامات اور نعمتوں سے نوازا ہے ان کا صحیح اور شریعت کے حکم کے مطابق استعمال کرنا ہی اس کا شکر ادا کرنا ہے اسی طرح اللہ کی جانب سے مقدر کسی بھی تکلیف اور مصیبت پر صبر کرتے ہوئے اللہ ہی سے معاونت حاصل کرنا ہے، اگر ان میں کوئی بھول چوک ہو جاتی ہے تو پھر اللہ ہی سے گڑگڑا کر اپنے کئے کی معافی اور توبہ واستغفار کرنا ہے، اور اسی طرح ہمیں اپنی مکمل زندگی اللہ کے بتائے ہوئے احکام کے مطابق گزارنی ہے، جب ہم نیکی کریں گے تو اس کا اثر ہماری اولاد تک پر پڑے گا اور اللہ ان کی بھی کفالت فرمائے گا، اسی لئے ہم سبھوں کو توبہ واستغفار کرتے رہنا ہے اور اللہ سے اس کی رضا والی زندگی کی دعا کرتے رہنا ہے" بحمد اللہ سامعین کرام نے مولانا کے مفید نصائح کو پوری متانت سے سنا اور حضرت مولانا ہی کی دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا، اس جلسہ میں شہر اور آس پاس کے مختلف علاقوں سے ہزاروں کی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔

☆☆☆☆☆

عالمی حفظ قرآن، قراءت واذان

زیر اہتمام

انجمن تعلیم القرآن وکالیکٹ اسلامک کلچر سوسائٹی (کالیکٹ کیرلا انڈیا)

زیر سرپرستی: جناب ای احمد (وزیر مملکت برائے امور خارجہ حکومت ہند)

چیئرمین: جناب پی کے احمد، جنرل کنوینر جوکاکو جناب عبدالمجید صاحب

قرآن مجید انسانیت کے لئے اللہ تعالیٰ کا آسمانی تحفہ ہے اس کی تبلیغ وترویج ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے، یہ قرآن کریم ہی کا اعجاز ہے کہ ہزاروں افراد اس کو اپنے سینوں میں محفوظ کئے ہوئے ہیں، چھوٹے معصوم بچے اور نابینا افراد تک قرآن مجید کو حفظ کر کے اور خوش الحانی کے ساتھ تلاوت کر کے اس کے اعجاز کا مظہر بن رہے ہیں، قرآن مجید کے اسی اعجاز وخوبی کو ظاہر کرنے کے لئے انجمن تعلیم القرآن کالیکٹ (کیرلا) ATQ وکالیکٹ اسلامک کلچر سوسائٹی CICS کی جانب سے انٹرنیشنل (عالمی) سطح پر چار روزہ حفظ، قراءت واذان کا مسابقہ مورخہ ۳/اگست ۲۰۰۶ء مطابق ۸/رجب المرجب ۱۴۲۷ھ تا ۶/اگست ۲۰۰۶ء مطابق ۱۱/رجب المرجب ۱۴۲۷ھ منعقد ہونے جارہا ہے جس میں نہ صرف ہندوستان کے بلکہ پوری دنیا کے حفاظ وقراء شریک مسابقہ ہو رہے ہیں، مسابقہ دو حصوں میں تقسیم ہوگا (۱) ملکی جو شروع کے دو دن چلے گا جن میں سے ہر گروپ میں کے کامیاب خوش نصیبوں کو عالمی مقابلہ میں شرکت کا موقع دیا جائے گا (۲) عالمی جس میں گیارہ ممالک کے شرکاء حصہ لیں گے انعامات کی تفصیل حسب ذیل ہے:

ملکی	اول	دوم	سوم
حفظ	پچیس ہزار	پندرہ ہزار	دس ہزار
قرأت	پندرہ ہزار	دس ہزار	پانچ ہزار
اذان	دس ہزار	ساڑھے سات ہزار	پانچ ہزار
عالمی حفظ	ایک لاکھ	پچھتر ہزار	پچاس ہزار
قرأت	پچھتر ہزار	پچاس ہزار	پینتیس ہزار
اذان	پینتیس ہزار	پچیس ہزار	پندرہ ہزار

مدارس واداروں کے جو حضرات شرکت کرنا چاہتے ہوں تو وہ مندرجہ ذیل پتہ وفون پر رابطہ کر کے مسابقہ کی تفصیلات حاصل کرلیں۔

Jukaku Abdul Majeed
General Convener
Organizing Committee
Calicut Cultural Society
P.O. Kolathara Calicut Kerala Pin-673655
Tel. : 04952485115, Fax : 04952482258, 09847443328,
09447116666

مساہمین حضرات جلد از جلد رابطہ قائم کریں

پروپرائٹر: ولی اللہ
Mobile: 9415090544 Shop: 2627446 Res: 2254796
Waliullah Jewllers
ولی اللہ جویلرس
All Kinds of Gold, Silver & Dimond Jewllery
Jute Wali Gali, Aminabad, Lucknow

Shop: 0522-2617956
حرمین ٹریڈرس
حرمین بک ڈپو
پرفیومس انٹیل ووڈ
دکان نمبر: 1/6 مسجد مرکز، ڈاکٹر بی این ورما روڈ، امین آباد لکھنؤ

طلباء وتاجرانِ کتب کے لئے خاص رعایت
ہر قسم کے قرآن مجید، مترجم غیر مترجم، رسائل، قاعدے، پارے، پنج سورے، عربی فارسی اردو کی درسی غیر درسی نیز ہائی اسکول، انٹر، جامعہ اردو علی گڑھ کی گائیڈ گیس پیپر اور دیگر علمی کتابیں بھی ہم سے مناسب قیمت پر طلب کر سکتے ہیں
نوٹ: اپنی ضرورت کی کتب بذریعہ ڈاک بھی طلب کر سکتے ہیں
صدیق بک ڈپو، امین آباد پارک لکھنؤ

ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابلِ اعتماد مرکز
اعلیٰ کوالٹی، جدید ترین فیشن کے ساتھ
Shirts, Trousers, Coats, Embroidered
Sherwanis, Pullowers, Jachets, Kurta-Suit,
Night Suits, Gown &Ties
شادی بیاہ، تیوہار اور تقریبات کے لئے شاندار ذخیرہ، تشریف لائیں
men mark®
58, Halwasia Market, Hazrat Ganj, Lucknow
Phone: (S) 2616946 (R) 2627443

Maqbool Mian Jewllers
مقبول میاں جویلرس
Jute Wali Gali, Aminabad, Lucknow - 2258115

MIRZA TOOR & TRAVEL
مرزا ٹور اینڈ ٹریول (رجسٹرڈ) لکھنؤ
حج عمرہ ٹور آرگنائزر اینڈ گائیڈ سروس
U.G. 29 AVADH POINT, NAKKHAS CROSSING, LUCKNOW 2258115
Ph: 2240381/2240580 Mob: 9415426138
E-Mail: mirzatour-t rawel hotmail.com